ماہنامہ

صراطِ مستقیم

برمنگھم

February 2024





وَمَن يَعْتَصِم بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ

صراطِ مستقیم برمنگھم

بیاد

مولانا فضل کریم عاصم رحمہ اللہ

مولانا محمود احمد میرپوری رحمہ اللہ

Vol: 44 No. 04 February 2024

Rajab/Shaban 1445 AH

جلد: 44 شمارہ: 04 فروری 2024ء

رجب/شعبان: 1445ھ

فہرست مضامین

Correspondence Address:

SIRAT-E-MUSTAQEEM

20 Green Lane, Small Heath,

Birmingham B9 5DB

Tel: 0121 773 0019

Fax: 0121 766 8779

ناشر: مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ

Markazi Jamiat Ahl-e-Hadith UK

www.mjah.org.uk/siratemustaqeem

E-mail: info@mjah.org.uk



ہر طرح کی حمد وثنا اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے۔ توحید وتعظیم کے لائق واحد الٰہ وہی ہے، اس نے اپنی شاندار تخلیق کا مظاہرہ کیا ہے، جو کہ وہم نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی ہے۔ وہی حقیقی الٰہ ہے، اس کے چہرۂ اقدس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی عظیم الشان ہے، اس کے علاوہ الوہیت کا ہر دعوے دار جھوٹا ہے، اس کے عرش سے لے کر کائنات کی سب سے نچلی سطح تک۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ وہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ ہم اپنے دین پر عمل کرتے ہیں اور اس پر قائم رہتے ہیں۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ آپ ﷺ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے بہت سی روحوں کو پاکیزہ فرمایا اور بہت سی عقلوں کو منور کیا۔ اللہ کی رحمتیں ہوں آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کے پاکیزہ اہل بیت پر، چمکدار پیشانیوں والے نیک صحابہ کرام پر، جنہوں حقیقی معنوں میں اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کی اور اسی عقیدے سے جڑے رہے، تابعین پر اور دخولِ جنت کے دن تک ان کی پیروی کرنے والوں پر بہت سلامتی نازل ہوتی رہے، کہ جس کی نہ کوئی اخیر ہو اور نہ کوئی خاتمہ۔

بعدازاں! اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو! یاد رکھو کہ پرہیزگاری ہی تاریک راستوں میں کام آنے والی روشنی ہے، دانشمندوں کے لیے بہترین حفاظتی قلعہ ہے، گریہ زاری اور التجا کے وقت شاندار سواری ہے۔ اللہ کی قسم! اسی کے ذریعے خواہشات اور امیدیں پوری ہوتی ہیں، تقدیر لکھی ہوئی ہے، رزق تقسیم شدہ ہے، تقویٰ کو تھامے رکھنے والا ہی رحمت سے فیضیاب ہونے والا ہے، جو تقویٰ کو نہ اپنا سکا، وہی گھاٹا پانے والا اور محروم ہے۔

﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ﴾(سورۃ البقرہ:194)

”اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ سمجھ لو کہ خدا پرہیز گاروں ہی کے ساتھ ہے۔“

سرَى أهلُ التُّقَى ليلًا وجَدُّوا
وفازوا بالوصول ولاحَ وعدُ
ولم تَلحَقْ به أو تستعدَّ ومَنْ
لكَ بالأمانيِّ وأنتَ عبدُ

”اہلِ تقویٰ رات کو سنجیدگی سے سفر طے کر گئے،، منزل تک پہنچ کر جیت گئے، انہیں وعدہ نظر آ گیا، جبکہ تم پیچھے رہ گئے اور تیار نہ ہوئے،، بھلا بے سہارا غلام کی امیدیں کیسے پوری ہو سکتی ہیں۔“

اے مسلمانو! اس عالم میں کہ جو چیلنجز اور آزمائشوں سے بھرا ہے، ایسے دور میں کہ جس میں توہم پرستی بڑھتی چلی جا رہی ہے، یہ بات انتہائی اہم ہو جاتی ہے کہ حقیقت کو واضح کیا جائے اور اس کے خلاف اٹھنے والی آوازوں سے بھی پردہ ہٹایا جائے۔ ویسے سب سے بڑی حقیقت کہ جس پر کسی قسم کا وہم وگمان اثر انداز نہیں ہو سکتا، وہ علم رکھنے والے بادشاہ کی توحید ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو خالص توحید کے صاف عقیدے کے ساتھ مبعوث کیا۔

﴿أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ﴾ (سورۃ الزمر:3)

”دین خالص اللہ ہی کے لیے ہے۔“

تاکہ عقلوں اور دلوں کو غیر اللہ کی بندگی سے نکالیں، اور ان میں یہ بات راسخ کر دیں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، یہی اخلاص کا کلمہ ہے، یہی اللہ تعالیٰ کی خصوصیت ہے، اور یہی کامیابی اور نجات کا عنوان ہے۔ اور تاکہ نفسوں کو عزت، بڑائی اور کامیابی بلندیوں کی طرف لیجائے، الحاد، شرک، بت پرستی، بد بختی، توہم پرستی، جادو اور شعبدہ بازی سے دور کر دے۔ اسلام کا اولین رکن، ایمان کی مضبوط رسی، سلف صالحین کے عقیدہ کا راسخ اصول یہی گواہی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ وہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور یہ کہ صرف وہی ہے کہ جس کے ہاتھ میں نفع اور نقصان ہے۔

﴿وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾(سورۃ الانعام:17)

”اگر اللہ تمہیں کسی قسم کا نقصان پہنچائے تو اس کے سوا کوئی نہیں جو تمہیں اس نقصان سے بچا سکے، اور اگر وہ تمہیں کسی بھلائی سے بہرہ مند کرے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

وہی اکیلا عبادت کے لائق ہے، اس کے سوا اس کا کوئی حقدار نہیں ہے، اس کے علاوہ جتنے خدا بنے ہیں،

﴿لَا يَمْلِكُونَ لِأَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيَاةً وَلَا نُشُورًا﴾

”وہ خود اپنے لیے بھی کسی نفع یا نقصان کا اختیار نہیں رکھتے، نہ مار سکتے ہیں نہ زندہ کر سکتے ہیں، نہ مرے ہوئے کو پھر اٹھا سکتے ہیں۔“(سورۃ الفرقان:3)

اسی طرح علم الغیب بھی اسی کے پاس ہے، بے شک، پوشیدہ چیزوں کو بھی وہی جانتا ہے۔

﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ

يُبْعَثُونَ﴾ (سورۃ النمل:65)

"اِن سے کہو، اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا، اور وہ نہیں جانتے کہ کب وہ اٹھائے جائیں گے۔"

وہ ہر طرح کی مشابہت، مماثلت اور مدمقابل سے بلند تر ہے۔ "کائنات کی کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں، وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔" (سورۃ الشوریٰ:11)

اسی طرح ساری مخلوق اسی کی فقیر اور محتاج ہے، کوئی لمحہ بھر کے لیے بھی اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ﴾ (سورۃ فاطر:15)

"لوگو، تم ہی اللہ کے محتاج ہو اور اللہ تو غنی و حمید ہے۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ومن تدبر أحوال العالَم، وجد كل صلاح في الأرض فسببه توحيد الله وعبادته، وطاعة رسوله، وكلُّ شرٍّ في العالَم، وفتنة وبلاء، وقحط وتسليطِ عدُوٍّ وغير ذلك، فسببُه مخالفةُ رسوله -ﷺ-، والدعوة إلى غير الله ورسوله".

"جو دنیا کے احوال پر غور کرتا ہے، اسے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں جو بھی بھلائی ہے، اس کی واحد وجہ توحید، اللہ کی عبادت اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہے۔ اسی طرح دنیا کے ہر شر فتنہ، آزمائش، قحط سالی، یا دشمنوں کے غلبے کی وجہ نبی کریم ﷺ کی مخالفت اللہ اور روسول کے راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستوں کی دعوت ہے۔"

ایمانی بھائیو! یہی مسلمان کا صحیح عقیدہ ہے، یہ اس کی سب سے عزیز چیز ہے، اس کے لیے سب سے بیش قیمت۔ اس پر وہ کسی قسم کی سودے بازی برداشت نہیں کرتا، چاہے حالات جیسے بھی ہوں، اس سے وہ پیچھے نہیں ہٹتا، چاہے چیلنجز جتنے بھی سخت ہوں، تو حقیقی مؤمن کا راستہ اللہ پر توکل کا راستہ ہے، وہ خالق کے سوا نہ کسی اور سے مانگتا ہے، نہ کسی اور کی طرف متوجہ ہوتا ہے، نہ کسی اور سے امیدیں لگاتا ہے، غیر اللہ سے نہ ڈرتا ہے اور اس کے دل میں ان کی خشیت ہوتی ہے۔

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ 0 لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾

"کہو، میری نماز، میرے تمام مراسم عبودیت، میرا جینا اور میرا مرنا، سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے * جس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور سب سے پہلے اطاعت کے لیے سر جھکانے والا میں ہوں۔" (سورۃ الانعام:162-163)

اے مومنو! اسی لیے کتاب وسنت میں واضح طور پر ان تمام چیزوں سے منع کیا گیا ہے جو اس حقیقت سے متصادم ہیں، جیسے توہم پرستی یا عقیدے کی خرابی وغیرہ، اسی طرح غیر اللہ سے امیدیں وابستہ کرنا، یہ سمجھنا کہ نفع ونقصان غیر اللہ کے ہاتھ میں بھی ہے۔

ان برائیوں میں سر فہرست جادو گروں، شعبدہ بازوں، کاہنوں اور مستقبل کی خبریں بتانے والے پیشہ ور دجال اور گمراہ کرنے والوں کی پیروی ہے، کہ جو بہت سے مسلمانوں کو شرک کے اندھیروں میں دھکیل چکے ہیں اور مکمل جہالت کی طرف لے جا چکے ہیں۔ اسی کی ایک شکل مزاروں اور قبروں سے امیدیں وابستہ کرنا، برج، شگون، مطالع اور ستاروں پر یقین رکھنا یا یہ سمجھنا ہے کہ انسانی زندگی میں ان کی کوئی تاثیر ہے، خوشی اور یا غمی میں کوئی عمل دخل ہے، سستی اور چستی میں ان کا کوئی کردار ہے، تنگی یا خوش حالی میں ان کا کوئی ہاتھ ہے۔ جیسے لوگ کہتے ہیں کہ جو اس برج میں پیدا ہوا وہ خوش بخت اور محفوظ ہے، جو اس برج میں پیدا ہوا، وہ بد بخت اور منحوس ہے۔ یوں برائیوں کو بیان کرتے چلے جاتے ہیں، خرابی کو اپنی زبانوں پر جاری کرتے چلے جاتے ہیں۔ نہ شریعت انہیں مانتی ہے، نہ عقل اور نہ منطق۔ اللہ کے بندو! تعجب کی بات ہے، کیسے خرافات اور اوہام سمجھ دار اور دانشمند لوگوں کے عقیدوں کو خراب کر جاتے ہیں! اللہ کی قسم! یہ عقیدہ پر ایک سنگین حملہ ہے، بلکہ توحید کی شاندار عمارت میں یہ بڑا خطرناک شگاف ہے، یہ وہ انحطاط ہے، جو قوت کو ختم کر دیتا ہے، عزت کو مٹا دیتا ہے، اقوام کی تباہی کا ذریعہ بنتا ہے۔ نسلوں اور قوموں کو غارت کرتا ہے، ثابت شدہ عقیدوں اور یقینی حقائق میں شکوک پیدا کرتا ہے، اللہ معاف فرمائے، یہ توہم پرستی اور جھوٹی پیش گوئیوں کا بازار گرم کرتا ہے۔

اے مسلمانو! خوبصورت عقیدے کو تباہ کرنے والی بد ترین چیز جادو گری اور شعبدہ بازی ہے، جادو گروں اور جادو گرنیوں کے پاس آنا جانا ہے، حق کی قسم! یہ عمل تو ایمان اور کفر کو جمع کرنے کے مترادف ہے، اس سے لوگوں کو نقصان پہنچتا ہے اور گندی اور ناپاک باتوں سے زمین میں فساد برپا ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جادو گروں اور کاہنوں کے پاس جانے، ان کے اوہام اور بہتانوں کو قبول کرنے سے خبر دار کرتے ہوئے فرمایا:

"مَنْ أتى عرافًا أو كاهنًا فصدَّقه بما يقول فقد كفَر بما أُنزِلَ على محمد -ﷺ-"

"جو کسی مستقبل کی خبریں بتانے والے یا کاہن کے پاس جائے، پھر اس کی بتائی ہوئی معلومات کو صحیح تسلیم کر لے، تو اس نے نبی اکرم ﷺ پر نازل شدہ کتاب کا انکار کر دیا۔" (مستدرک حاکم وأهل السنن)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے جادو گری کو سات مہلک گناہوں میں شمار کیا ہے جیسا صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے جسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے۔

اے امت اسلام! اس حوالے سے قابل توجہ اور

قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ یہ جھوٹے دجال اور فریبی لوگ جدید سوشل میڈیا پر موجود ہیں، چینلز پر بھی، ویب سائیٹس پر بھی، نیٹ ورکس پر بھی، ان کے اپنے پیج بھی ہیں اور یہ اپنی تشہیر بھی کرتے ہیں، خرافات کو پھیلاتے ہیں، بد قسمتی سے عوام کو اور بالخصوص نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو اپنے جال میں پھنساتے ہیں، شرم کی بات یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے سامان کی ترویج کے لیے موہوم نام نہاد علماء کا سہارا بھی لیتے ہیں، دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے پاس قسمت کا حال بتانے والے لوگ اور پروگرام ہیں، جسے سن کر جاہل اور بے وقوف ان کی چال میں آجاتے ہیں، بلکہ بعض تو نام نہاد علماء اور مفتیوں کو فتویٰ کے پروگراموں میں بیٹھادیتے ہیں، ایسے لوگوں کو طبیب کے طور پر پیش کر دیتے ہیں کہ جنہیں طب کے میدان میں کچھ پتہ نہیں ہوتا، آج کے دور میں بے علم اور بے حیثیت لوگ ہر فن میں بات کرنے لگے ہیں۔ ان خرافات پر کان دھرنے والے ہر شبہے کو قبول کر لیتے ہیں اور ان میں اچھے اور برے کی بھی کوئی تمیز نہیں کرتے۔

اس لیے ہم یہاں سے آواز بلند کرتے ہیں اور بار بار کرتے ہیں کہ متعلقہ لوگ، والدین، تربیت کرنے والے خواتین وحضرات، علما، داعی، رضاکار لوگ، اللہ سب کو توفیق عطا فرمائے اور سب کی تائید فرمائے، کہ وہ اپنے معاشرے کو ایمانی قلعوں میں محفوظ کرنے کی کوشش کریں۔ ان وہمی ہلاکت خیز باتوں سے بچائیں، ان شیطانی اعمال سے دور رکھیں، ان اوہام کے خاتمے کے لیے سب ایک ہو جائیں اور سب ایک دوسرے کی مدد کریں، کیونکہ یہ امت کے لیے انتہائی خطرناک ہیں، معاشرے کے امن کے لیے ہلاکت خیز ہیں، اسلامی عقیدے کے لیے تباہ کن ہیں، یہ لوگوں کی عقلوں سے کھیلتے ہیں، ان کے اموال کو نا جائز طریقوں سے لیتے ہیں، ان کی ہمتوں کو کم کرتے ہیں، گھاٹے کی تجارت کرتے ہیں، ہلاک کرنے والے سودے کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم ان لوگوں کو بھی نصیحت کرتے ہیں جو ایسے شیطانی اور رسوا کن کاموں میں پڑ گئے ہیں کہ وہ توبہ کریں اور اللہ کی طرف رجوع کریں، شرکیات اور جہالتوں سے اللہ کی معافی طلب کریں، توہم پرستی اور گھناؤنے جرائم سے پلٹ آئیں، اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کریں، اپنے دین اور اپنے عقیدے کی حفاظت کریں۔

اے امت اسلام! عقیدے سے متعلقہ خرافات میں وہ فکری اوہام بھی ہیں جو کہ مبالغہ آرائی اور کوتاہی کی شکل میں سامنے آتے ہیں، انتہا پسندی کی صوت میں دکھائی دیتے ہیں، جو کہ وسطیت اور اعتدال کے راستے سے کوسوں دور ہیں عبادت میں بھی مخل ہیں، جیسے ریاکاری اور ضرورت سے زیادہ سختی، تقلید میں تعصب، یا وسوسے وغیرہ، یا بعض ایجاد کردہ اذکار سے جڑ جانا، جو کہ خوبصورت جملوں اور شاندار اقوال کی صورت میں ہوتے ہیں مگر نبی کریم ﷺ کی ہدایات سے ثابت نہیں ہوتے۔

آج کے دور میں تو ایک اور بیماری بہت پھیل گئی ہے، توہم پرستی کا راستہ کھولتی ہے، جو نفسیانی اور جسمانی بیماریوں کی طرف لیجاتی ہے، یہ بیماری عبادت میں وسوسے کی بیماری ہے، اس بیماری کا علاج شرعی رقیہ سے کیا جانا چاہیے، کیونکہ کتنے ایسے بیمار ہیں جو ہلاکت اور موت کے بالکل پاس پہنچ چکے ہوتے ہیں، مگر جب شرعی رقیہ اور دم کے ذریعے علاج کراتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں شفاعطا فرمادیتا ہے۔

اس حوالے سے جو بات قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ صحیح اور مفید رقیہ کی تین شرطیں ہیں، جنھیں اہل علم نے ذکر کیا ہے، پہلی یہ کہ وہ اللہ کے اسماء اور صفات کے ذریعے ہی ہو۔ یا اس کی قابلِ ترتیل آیات کے ذریعے ہو، پھر یہ کہ وہ عربی زبان میں ہو، جس کے الفاظ واضح اور معنی صاف ہو۔ پھر یہ کرنے اور کرنے والے کے ذہن میں یہ بات موجود ہو کہ یہ دم بذات خود مفید نہیں ہے بلکہ اللہ کی تقدیر اور مشیئت سے فائدہ دیتا ہے۔ تو یہ شرائط کہاں، اور اللہ کے بندو! وہ دم کہاں، جو آج ہمارے معاشرے میں ہو رہے ہیں، اور جن کی ترویج ان لوگوں کی جانب سے کی جاتی ہے جو لوگوں کی بیماریوں اور دردوں سے تجارت کرتے ہیں، یہ دیکھ کر آنکھ اشک بار ہو جاتی ہے، توحید کی کمی اور سنت کے فقدان پر افسوس ہوتا ہے۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے جو خوابوں کی تعبیر کے حوالے میں میدان میں اتر چکے ہیں، جو ایسی خوابوں کی تعبیریں بتا دیتے ہیں جو حقیقت میں اضغاث احلام ہی ہوتی ہیں۔ پھر وہ لوگ جو کہ کلپس کو پھیلاتے ہیں، گمراہ کن میڈیائی مواد کو پھیلاتے ہیں، جھوٹ اور افواہوں کو فروغ دیتے ہیں، خرافات اور افترا پردازیوں کو نشر کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ لوگ جو ان چیزوں میں غیر مسلموں کی تقلید کرتے ہیں جو ان کے ادیان کا حصہ ہے۔

سنو! اللہ کے بندو! اللہ سے ڈر، حقیقت کو جانے اور کتاب وسنت کے مطابق اس پر عمل کرو، اسلافِ امت کے منہج کو بھی ملحوظ خاطر رکھو، توہم پرستی کے ذریعے اپنے کاروبار چمکانے والوں سے بچو،

اے سوشل میڈیا کے ذریعے توہم پرستی پھیلانے والو! امت کے حوالے سے اللہ سے ڈرو، حقیقت کے علاوہ کسی چیز کو نشر نہ کرو، اس دور کی ایجادات اور ٹیکنالوجی کو کتاب وسنت پر ثابت قدمی اور فتنے سے بچاؤ میں استعمال کرو، بد نظمی پھیلانے والی چیزوں سے بچو، تفرقہ بازی عام کرنے والے مواد سے دور رہو۔ اختلافات پیدا کرنے اور معاشرے کا امن وسلامتی کو متاثر کرنے والی اشیاء کو روکو۔ ایسے نہ بنو، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے:

﴿أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّى إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا﴾(سورة

النور:39)

”ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے دشت بے آب میں سراب کہ پیاسا اُس کو پانی سمجھے ہوئے تھا، مگر جب وہاں پہنچا تو کچھ نہ پایا۔“

یہاں تک کہ فرمایا:

﴿وَمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُورٍ﴾ (سورۃ النور:40)

”جسے اللہ نور نہ بخشے اُس کے لیے پھر کوئی نور نہیں۔“

اللہ مجھے اور آپ کو قرآن وسنت سے برکت عطا فرمائے! ان میں آنے والی آیات اور دانش کی باتوں سے فیض یاب فرمائے! میں اپنی بات کو یہیں ختم کرتا ہوں۔ اپنے لیے اور آپ کے لیے اللہ عظیم وجلیل سے معافی مانگتا ہوں۔ آپ بھی اسی سے معافی مانگو اور اسی کی طرف رجوع کرو۔ یقینًا! وہ بہت معاف کرنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ

ہر طرح کی حمد وثنا اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے۔ اسی نے ہمیں اپنی بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ وہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ دلوں کے رازوں کو جانتا ہے، چاہے کوئی انہیں چھپائے یا ظاہر کرے۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، میدانِ حشر میں قابلِ قبول سفارشیں کرنے والے ہیں۔ اللہ کی رحمتیں، برکتیں اور سلامتی ہو آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کے پاکیزہ اہل بیت پر، سخاوت وخیر والے صحابہ کرام پر، تابعین پر اور قیامت تک ان کے نقش قدم پر چلنے والوں پر۔

بعد ازاں! اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو! اللہ سے ڈرو، جیسا کہ اس نے حکم دیا ہے، اپنے عقیدے کو تمام طرح کی خرابیوں اور برائیوں سے دور رکھو، یاد رکھو کہ سب سے بہتر کلام اللہ کی کتاب ہے۔ بہترین طریقہ نبی اکرم ﷺ کا طریقہ ہے۔ ایجاد کردہ عبادتیں بدترین کام ہیں۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ مسلمان جماعت کے ساتھ جڑے رہو۔ کیونکہ اللہ کے ہاتھ جماعت کے ساتھ ہے جو جماعت سے لگ ہوتا ہے، وہ جہنم میں گر جاتا ہے۔

اسلامی بھائیو! گمراہ کن اوہام اور عقل کو کھا جانے والی بیماری، کہ جس کا شکار بہت لوگ ہو چکے ہیں، وہ حرص اور تڑپ ہے جو لوگوں کو تیز اور جلد حاصل ہونے والی منافع کی طرف دھکیلتی ہے، وہ بھی ان کے مصدر اور طریقہ کمائی کی تحقیق کے بغیر، کہ آیا وہ حلال میں سے ہیں یا حرام میں سے، بعض لوگ تو انجام اور عاقبت پر غور بھی نہیں کرتے، اس کی وجہ سے ایسے راستوں پر چلنے والوں اور ان گھٹیا طریقوں کو اختیار کرنے والے اپنے فطری انجام کو پہنچ چکے ہیں۔ جو کہ دیوالیہ پن اور سخت تنگی کی زندگی ہے، یا بدعنوان، منی لانڈرنگ اور گھاٹا ہے۔ ایسا ہی حال ان بے وقوفوں کا ہے جو مہلک راستوں پر چل پڑے ہیں، کمال کو تلاش کر رہے ہیں، لمبے قد کے ذریعے، پٹھوں کی طاقت کے ذریعے، اور جسم کے عضلات کے اظہار کے ذریعے۔ یہ لوگ اپنے جسم کو مضبوط کرنے کے لیے نشہ آور مواد کا استعمال کرتے ہیں، انہیں توانا کرنے والی دوا یا طاقت کی ادویات کا نام دیتے ہیں، ان کا مصدر نامعلوم ہے، انہیں بنانے والے کا کسی کو علم نہیں، نامعلوم افراد ان کی ترویج کرتے اور انہیں فروخت کرتے ہیں، بلکہ انہیں عام کرنے والے لوگ ایسے برے ہیں جو بلیک میلنگ کا کام بھی کرتے ہیں، نشہ آور مواد کی ترویج کرتے ہیں، تاکہ قوت اور طاقت کے نام پر لوگوں کے اموال کھائیں، توانائی اور خوشی کے نام پر ان کے ساتھ تجارت کریں۔ آخر کار ان مسکینوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ ہسپتالوں میں پہنچ جاتے ہیں، تاکہ نشہ کی بیماری سے چھٹکارا پائیں، جو ان کی عقلوں اور صحت کو تباہ کرتی چلی جارہی ہوتی ہے، ان کے مال اور اقدار کو ختم کرتی چلی جارہی ہوتی ہے، ان کی نفسیات کو تباہ کرتی چلی جارہی ہوتی ہے، ان کے خاندانوں اور معاشروں کو بدبختی کی طرف دھکیلتی چلی جارہی ہوتی ہے۔

یہاں ہم مسلم خواتین کو بھی مخاطب کرتے ہیں کہ ایسے بے ہودہ دعووں پر کان نہ دھریں جو اسے اقدار اور روایات سے آزاد کرانا چاہتے ہوں، یقین رکھیں کہ اس کی عزت اور فخر اس کی عفت اور حیا میں ہے۔ اس کے حجاب اور اس کی حشمت میں ہے۔ ان نعروں سے خبر دار رہیں جو ان کی مدد کے دعوے سے بلند کیے جاتے ہیں، یا ان کے حقوق کے نام پر بلند کیے جاتے ہیں، جنہیں بلند کرنے والے انہیں ہی شرمندہ اور مایوس کرتے ہیں، ایسی ہی کچھ گمراہ کن آوازیں ہماری بابرکت سرزمین کے خلاف بھی اٹھ رہی ہیں، سعودی عرب کے خلاف اٹھ رہی ہیں، جو کہ توحید وسنت کا ملک ہے، حرمین شریفین کا خادم ملک ہے، یہ آوازیں اس ملک کے قائدین اس کے علماء کو نشانہ بنا رہی ہیں، اللہ اس کی حفاظت فرمائے اور اس کے امن کو دائم وسکون کو دائم رکھے۔ اسی طرح تمام مسلمان ممالک کی بھی حفاظت فرمائے۔

اے مسلمانو! ان ٹھنڈے دنوں میں اور موسم سرما کی سخت ٹھنڈی راتوں میں ہم یہ یاد دہانی کرانا نہ بھول جائیں کہ ہمارے مہاجر، مصیبت زدہ، پناہ گزین بھائی بہت ضرورت مند ہیں، بالخصوص فلسطین میں، وہ زمین کو بستر بناتے اور آسمان کو چادر بنائے ہوئے خیموں میں سوجاتے ہیں کہ جہاں زندگی کی چھوٹی سے چھوٹی سہولت بھی میسر نہیں، سرد راتوں میں انہیں سردی سے بچانے والی کوئی چیز نہیں، نہ لباس، نہ دوا، نہ غذا اور نہ اوڑھنا۔ سوائے ان چیزوں کے کہ جو اہل خیر اور مسلمان بھائی انہیں پیش کر دیتے ہیں۔ تو اللہ کے بندو! اس بات کا خاص خیال رکھو۔ ان دنوں میں جبکہ تم امن وسلامتی کے حال میں جی رہے ہو، اس سخت سردی میں اپنے بھائیوں کو مت بھولو، ان کی مدد

کرو، قابل اعتبار اداروں کے ذریعے اور قابل بھروسہ لوگوں کے ذریعے ان کی امداد کرو۔ تاکہ تمہیں مولیٰ کریم کی طرف سے خوب اجر مل سکے۔ ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ وہ اپنی مہربانی سے کمزور اور مصیبت زدہ مسلمانوں کو اس سردی میں گرمائش فراہم کرے۔ ہر جگہ ان کی نگہبانی فرمائے۔ یقیناً! وہ بہت دینے والا اور مہربان ہے۔

اللہ کے بندو! یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے نبی ﷺ افضل ترین رسول پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ محکم کتاب اور سچی الہامی کتاب میں فرمان ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾(سورۃ الاحزاب:56)

"اللہ اور اس کے ملائکہ نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔"

فصلَّى اللهُ والأملاكُ جمعًا
على داعي البرية للرشادِ
وآلٍ صالحينَ لهم ثناءٌ
بنورِ القلبِ سطَّرَهم مدادي

اللہ اور اس کے سارے فرشتے درود بھیجتے ہیں، اس ہستی پر جو سارے جہان کی رہنمائی کے لیے بھیجے گئے تھے۔ آپ ﷺ کے قابلِ تعریف اہل بیت پر بھی کہ جن کی تعریف دل سے نکلتی ہے۔

اے اللہ! رحمتیں نازل فرما! محمد ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل پر، جس طرح تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر رحمتیں نازل فرمائی تھیں۔ تو بڑا قابل تعریف اور پاکیزگی والا ہے۔ اے اللہ! برکتیں نازل فرما! محمد ﷺ پر، آپ ﷺ کی آل پر، جس طرح تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر برکتیں نازل فرمائی تھیں۔ تو بڑا قابل تعریف اور پاکیزگی والا ہے۔ ان سب پر سلامتی بھی نازل فرما! اے اللہ! خلفائے راشدین سے راضی ہو جا! اصحاب ہدایت اماموں سے، تمام صحابہ کرام سے اور تابعین عظام سے اور قیامت تک ان کے نقش قدم پر استقامت کے ساتھ چلنے والوں سے راضی ہو جا۔ اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے! اپنی رحمت سے ہم سب سے بھی راضی ہو جا۔

اے اللہ! اسلام اور مسلمانوں کو عزت عطا فرما! اپنے فضل و کرم سے حق و دین کی کلمہ بلند فرما! اے اللہ! ہمیں ہمارے ملکوں میں امن نصیب فرما! ہمارے حکمرانوں اور اماموں کی اصلاح فرما! حق کے ساتھ ہمارے حکمران خادم حرمین کی تائید فرما۔ اے اللہ! اسے ان کاموں کی توفیق عطا فرما جن سے تو خوش اور راضی ہوتا ہے۔ اسے نیکی اور پرہیزگاری کی طرف لا۔ اے اللہ! اسے اور اس کے ولی عہد کو ان کاموں کی توفیق عطا فرما جن میں ملک اور قوم کی فلاح و بہبود اور اسلام اور مسلمانوں کا بھلا ہو۔ اے اللہ! انہیں نیک اور مخلص کابینہ عطا فرما! اے اللہ! ہر جگہ مسلمانوں کے احوال درست فرما! ان کی جانوں کی حفاظت فرما! اے زندہ و جاوید! اے رب ذوالجلال!

اے اللہ! اس ملک کے عقیدے کی حفاظت فرما! اس کی قیادت کی، اس کے امن وامان کی، اس کے سکون اور چین کی حفاظت فرما۔ اسی طرح سارے اسلامی ممالک کو بھی محفوظ فرما! اسے ہمیشہ خیر وبرکات میں رکھنا، ہمیشہ ہر طرح کے شر، فتنے اور مصیبت سے محفوظ رکھنا! اے اللہ! ہمیں برے لوگوں کی چالوں سے اور فاجروں کے شر سے محفوظ فرما! اے اللہ! ہمیں چال بازوں کی چالوں سے، حملہ آوروں کے حملوں سے، مکاروں کی مکاریوں سے، کینہ پروروں کے کینہ سے، اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔

اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور وہ بہترین مدد گار ہے۔ اللہ میرے لیے کافی ہے، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔ تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں! ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں، ہمیں لحہ بھر کے لیے بھی ہمارے نفس کے حوالے نہ فرما! ہمارے سارے معاملات درست کر دے اے رب ذوالجلال!

اے اللہ! مسلمان مردوں اور عورتوں کو معاف فرما۔ مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو بھی معاف فرما۔ ان کے اختلافات دور فرما! ان کے دلوں اور کاموں کی اصلاح فرما۔ اے زندہ و جاوید! انہیں نفع عام اور سنت پر اکٹھا فرما۔ اے فضل و کرم اور احسان فرمانے والے!

﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾(سورۃ البقرہ:201)

"اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی! اور آگ کے عذاب سے ہمیں بچا!"

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾(سورۃ البقرہ:127)

"اے اللہ! ہم سے قبول فرما! یقیناً! تو سننے اور جاننے والا ہے۔"

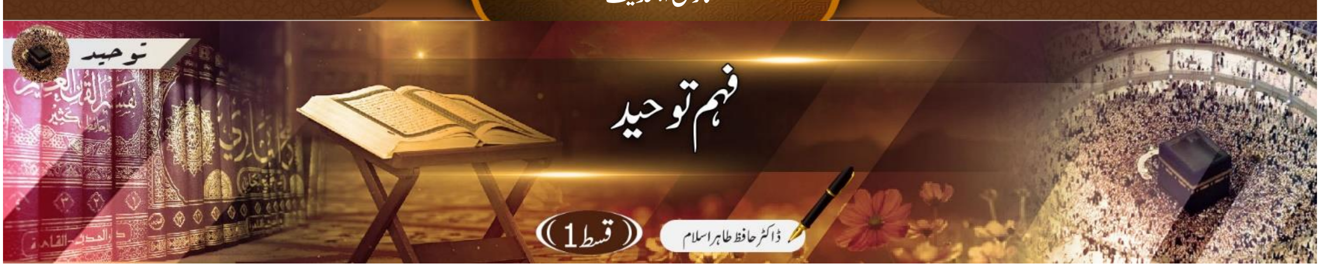
﴿وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾

"ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما، تو بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔"(سورۃ البقرہ:128)

ہمیں اور ہمارے والدین کو بخش دے، مسلمان مردوں اور مسلمہ عورتوں کو معاف فرما۔ یقیناً! تو سننے والا، قریب اور دعائیں قبول کرنے والا ہے۔

﴿سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ 0 وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ 0 وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾(سورۃ الصافات:180-182)

"پاک ہے تیرا رب، عزت کا مالک، اُن تمام باتوں سے جو یہ لوگ بنا رہے ہیں اور سلام ہے مرسلین پر اور ہر طرح کی تعریف اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہی ہے۔"



توحید

فہمِ توحید

(قسط 1)

ڈاکٹر حافظ طاہر اسلام

توحید کی تعریف

لغوی تعریف

ازروئے لغت 'توحید' وحد یُوحد '(باب تفعیل) سے مصدر ہے۔ تَوَحُّدُ الشَّیءِ کے معنی ہیں: کسی چیز کو ایک بنانا، یکتا قرار دینا اور یک جا کرنا۔

مثال

جب آپ کہتے ہیں کہ گھر سے سوائے محمد کے اور کوئی نہیں نکلا تو آپ گھر سے نکلنے کے بارے میں محمد کو اکیلا اور یکتا قرار دیتے ہیں؛ یعنی صرف وہی نکلا اور کوئی نہیں۔

اسی طرح جب آپ یہ کہیں کہ مجلس سے کوئی کھڑا نہ ہوا سوائے خالد کے، تو اس صورت میں آپ نے مجلس سے اٹھنے اور کھڑا ہونے میں خالد کو تنہا اور منفرد قرار دیا۔

شرعی تعریف

اصطلاحِ شریعت میں اللہ تبارک و تعالیٰ کو درج ذیل امور میں منفرد اور یکتا ماننا توحید کہلاتا ہے:

1۔ ربوبیت 2۔ الوہیت اور 3۔ اسماوصفات

توحید کے اقسام

توحید تین قسموں میں منقسم ہے:

1۔ توحید ربوبیت 2۔ توحید الوہیت

3۔ توحید اسماوصفات

اب ان میں سے ہر قسم کی تعریف مع دلیل پیش خدمت ہے:

توحید کی نوع

توحید ربوبیت کی تعریف

اللہ عزوجل کی تخلیق، مُلک (بادشاہت) اور تدبیر میں منفرد اور یکتا ماننا؛ یا ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے افعال میں منفرد اور یکتا تسلیم کرنا۔) اللہ تعالیٰ کے افعال کی مثالیں: پیدا کرنا، رزق دینا، زندہ کرنا، موت دینا، بارش برسانا، سبزہ اور شجر اُگانا وغیرہ۔

دلیل

﴿وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ (سورۃ الاعراف 54:7)

"آگاہ رہو، خلق اور امر اُسی کے لیے خاص ہے۔"

﴿وَإِلَى اللهِ الْمَصِيْرُ﴾ (سورۃ النور:42)

"آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کے لیے ہے۔"

﴿قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ۚ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ ۚ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ﴾ (سورۃ یونس:31)

"اِن سے پوچھو: کون تم کو آسمان اور زمین میں رزق دیتا ہے؟ یہ سماعت اور بینائی کی قوتیں کس کے اختیار میں ہیں؛ کون بے جان میں سے جان دار اور جان دار میں سے بے جان کو نکالتا ہے؟ کون اس نظمِ عالم کی تدبیر کر رہا ہے؟ وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ! کہو: پھر تم (حقیقت کے خلاف چلنے سے) پرہیز نہیں کرتے؟"

توحید الوہیت (اسے توحیدِ عبادت بھی کہا جاتا ہے۔)

بندے کے تمام افعالِ عبادت کو اللہ تعالیٰ کے لیے خاص کیا جائے؛ مثلاً: نماز، روزہ، حج، توکل، نذر، خوف، امید اور محبت وغیرہ۔

دلیل

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (سورۃ الذاریات:56)

"اور میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری بندگی کریں۔"

﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا﴾

"اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔" (سورۃ النساء:36)

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ (سورۃ الانبیاء:25)

"ہم نے تم سے پہلے جو رسول بھی بھیجا، اُس کو یہی وحی کی ہے کہ میرے سوا کوئی خدا نہیں، پس تم لوگ میری ہی بندگی کرو۔"

توحید اسماوصفات

اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ رب العزت کو ان تمام صفاتِ کمال اور اوصافِ جلال سے متصف مانا جائے جو خود اُس نے یا اُس کے رسول ﷺ نے اُس کے لیے بیان فرمائے ہیں اور اِس باب میں کسی قسم کی تکییف و تمثیل اور تحریف و تعطیل سے کام نہ لیا جائے۔

(تکییف یہ ہے کہ صفاتِ الٰہیہ کی کیفیت بیان کی جائے، مثلاً یہ کہ وہ عرش پر کس طرح مستوی ہے۔ تمثیل سے مراد یہ ہے کہ صفاتِ باری تعالیٰ کو مخلوق کے صفات کے مثل قرار دیا جائے۔ تحریف کا مطلب یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کے صفات کا مفہوم بدل دیا جائے؛ مثلاً غضبِ الٰہی کے معنی ارادہ انتقام کے لیے جائیں۔ تعطیل صفاتِ خداوندی کے انکار کو کہتے ہیں؛

یعنی اللہ عزوجل کو صفات سے عاری قرار دینا۔ (مترجم)"

دلیل

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (سورۃ الشوریٰ:11)

"اُس کی مانند کوئی شے بھی نہیں، اور وہی سننے اور دیکھنے والا ہے۔"

﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ ۚ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (سورۃ الاعراف:180)

"اللہ اچھے ناموں کا مستحق ہے، اُس کو اچھے ہی ناموں سے پکارو؛ اور اُن لوگوں کو چھوڑ دو جو اُس کی صفات کے باب میں کج روی اختیار کر رہے ہیں۔ وہ جو کچھ کر رہے ہیں، عن قریب اس کا بدلہ پائیں گے۔"

چند اہم فوائد

1۔ توحید کی مذکورہ بالا تینوں قسمیں باہم لازم و ملزوم ہیں، کوئی قسم بھی دوسری سے الگ اور جدا نہیں ہو سکتی؛ لہٰذا جو شخص توحید کی کسی ایک قسم کو مانتا ہے اور کسی ایک کا بھی انکار کر دیتا ہے، اُسے موحد قرار نہیں دیا جا سکتا۔

2۔ آپ کو جاننا چاہیے کہ جن کفار سے رسول معظم ﷺ نے جنگ کی، وہ توحید ربوبیت کے اقراری تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق و رازق ہے؛ زندگی اور موت اُسی کے ہاتھ میں ہے؛ وہی نفع و نقصان کا مالک ہے اور وہی تمام امور کی تدبیر فرماتا ہے؛ لیکن ان کے باوجود اُنھیں مسلمان قرار نہیں دیا گیا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ۚ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ ۚ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ﴾ (سورۃ یونس:31)

"اِن سے پوچھو کون تم کو آسمان اور زمین میں رزق دیتا ہے؟ یہ سماعت اور بینائی کی قوتیں کس کے اختیار میں ہیں؛ کون بے جان میں سے جان دار اور جان دار میں سے بے جان کو نکالتا ہے؟ کون اس نظم عالم کی تدبیر کر رہا ہے؟ وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ؛ کہو پھر تم (حقیقت کے خلاف چلنے سے) پرہیز نہیں کرتے؟"

توحید الوہیت ہی پیغمبروں کی دعوت کا اصل موضوع ہے کیوں کہ یہی وہ اساس ہے جس پر اعمال کی عمارت استوار ہوتی ہے۔ جب تک یہ کامل طور پر موجود نہ ہو، اعمال کا کوئی فائدہ نہیں؛ اس لیے جب عقیدۂ توحید ثابت نہ ہو گا، تو اس اعتقاد کی ضد یعنی شرک پایا جائے گا۔ انبیاے کرامؑ اور اُن کی امتوں کے مابین تنازع اور جھگڑے کا مرکز و محور یہی توحید الوہیت تھی؛ لہٰذا اِس کی طرف بہ طور خاص متوجہ ہونا چاہیے، نیز اس کے مسائل کی تحقیق اور اس کے اصولوں کو سمجھنے کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے۔

توحید کی اہمیت و فضیلت

1۔ توحید: اسلام کا رکن عظیم

ارکانِ اسلام میں عقیدۂ توحید کو اہم ترین مقام حاصل ہے۔ یہ دین کے عظیم ستونوں میں سب سے بڑا ستون ہے۔ کوئی شخص دائرۂ اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا تا آں کہ وہ توحید کی گواہی دے، خدا کی عبادت کا اقرار کرے اور خدا کے سوا ہر شے کی عبادت کی نفی کر دے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان عالی شان ہے:

«بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ، وَ إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ» (صحیح بخاری:8؛ صحیح مسلم:16)

"اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے: اِس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوائی مستحقِ عبادت نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا، اور زکات ادا کرنا، اور حج ادا کرنا اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔"

2۔ توحید: اہم ترین اور اولین فریضہ

عقیدۂ توحید اپنے عظیم مقام و مرتبے اور انتہائی اہمیت کی وجہ سے تمام اعمال پر مقدم اور تمام ضروی امور پر سبقت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سب سے پہلے اسی کی دعوت دی جاتی ہے؛ نبی مکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:

«وَإِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ ، فَلْيَكُن أَوَّلَ، مَاتَدْعُوْهم إِلَيه شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وفي رواية: إِلَى أَنْ يُوَحِّدُوا اللَّهَ» (صحیح بخاری: 4347،2448، 1458، 7372؛ صحیح مسلم:19)

"تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جا رہے ہو؛ تم اُنھیں سب سے پہلے اس بات کی گواہی کی طرف دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ (برحق) نہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ تم اُنھیں سب سے پہلے اس بات کی دعوت دینا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کر لیں۔"

3۔ توحید کے بغیر عبادات نا قابلِ قبول

توحید عبادت کے صحیح ہونے کی بنیادی ترین شرط اور اس کی قبولیت کی اساس ہے؛ جیسے طہارت کے بغیر نماز کو نماز قرار نہیں دیا جا سکتا، ایسے ہی عبادت اُس وقت تک عبادت کہلانے کی مستحق نہیں، جب تک اس کے ساتھ توحید نہ ہو۔ جس طرح طہارت میں حدث (ہوا خارج ہونے) سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، بعینہ اسی طرح اعتقاد و عمل میں شرک کی آمیزش سے عبادت فساد کا شکار ہو جاتی ہے۔ توحید نہ ہو تو

عبادت شرک بن جاتی ہے؛ شرک عمل کو فاسد اور تباہ و برباد کر دیتا ہے اور اِس کا مرتکب ہمیشہ کے لیے دوزخ کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

4۔توحید: دنیا و آخرت میں باعثِ امن وہدایت

توحید دنیا اور آخرت میں امن اور ہدایت کا ذریعہ ہے؛اِس کی دلیل باری تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ﴾

”حقیقت میں توامن اُنھی کے لیے ہے،اور راہِ راست پر وہی ہیں،جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہیں کیا۔“(سورۃ الانعام:82)

یہاں ظلم سے مراد شرک ہے جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے وضاحت فرمائی ہے۔(صحیح بخاری:4629)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”مراد یہ ہے کہ جن لوگوں نے عبادت کو خدائے وحدہ لاشریک کے لیے خالص کر دیا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرایا، یہی لوگ روزِ قیامت امن میں ہوں گے اور دنیا و آخرت میں ہدایت سے سر فراز کیے جائیں گے۔“

پس جو شخص کامل توحید پر کاربند رہتا ہے، اُسی کو مکمل امن اور کامل ہدایت نصیب ہوتی ہے اور وہی بلا عذاب جنت میں داخل ہوگا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ شرک سب سے بڑا ظلم اور توحید حقیقی عدل ہے۔

5۔توحید: جنت میں داخلے اور جہنم سے نجات کا سبب

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَأَنَّ عِيسَى عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ عَلَى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ»

(صحیح بخاری:3435؛ صحیح مسلم:28)

”جو شخص اس بات کو گواہی دے کہ اللّٰہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں؛ وہ یکتا ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں؛ اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں؛ اور عیسیٰ علیہ السلام بھی اللّٰہ کے بندے، اور اُس کے رسول اور اُس کا کلمہ ہیں جو اُس نے سیدہ مریمؑ کی طرف ڈالا تھا اور وہ اسی کی بھیجی ہوئی روح ہیں؛ اور یہ کہ جنت برحق ہے اور جہنم (بھی) برحق ہے، تو ایسے شخص کو اللّٰہ تعالیٰ (بہر حال) جنت میں داخل فرمائے گا، خواہ اُس کے اعمال کیسے ہی ہوں۔“

نیز آں حضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

«فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ»

(صحیح بخاری:425؛6423؛ صحیح مسلم)

”جو شخص محض رضائے الٰہی کی خاطر 'لا الہ الا اللّٰہ' کا اقرار کرے، اللّٰہ تعالیٰ اُس پر دوزخ حرام کر دیتا ہے۔“

6۔توحید: دینا و آخرت کی پریشانیوں سے نجات کا ذریعہ

علامہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"التوحيدُ مَفزَعُ أعدائِه وأوليائِه"

”توحید خدا کے دشمنوں اور دوستوں ہر دو کے لیے مصیبت کے وقت جائے پناہ ہے۔“

الف: دشمنوں کے لیے تو اس طرح کہ اس کے ذریعے وہ دنیا کی مشکلات و مصائب سے نجات پاتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے:

فَإِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ (العنکبوت 29:65)

”جب یہ لوگ کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو اپنے دین کو اللّٰہ کے لیے خالص کر کے اُس سے دعا مانگتے ہیں؛ پھر جب وہ اُنھیں بچا کر خشکی پر لے آتا ہے تو یکا یک یہ شرک کرنے لگتے ہیں۔“

ب: اور خدا کے دوستوں کا معاملہ یہ ہے کہ باری تعالیٰ عقیدۂ توحید کی برکت سے انھیں دنیا و آخرت کے رنج و ملال اور پریشانیوں سے چھٹکارا دیتا ہے۔ اپنے بندوں کے باب میں خدا کی یہی سنت ہے؛ پس مصائب دنیا کو دور کرنے اور ان سے خلاصی دلانے میں توحید کی مثل کوئی شے نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دعاے کرب توحید پر مبنی ہے اور سیدنا ذوالنون (یونس علیہ السلام) کی دعا بھی توحید ہی پر مشتمل تھی۔ مصیبت میں مبتلا جو شخص بھی یہ دعا کرتا ہے، باری تعالیٰ اُسے لازماً اس مشکل اور تکلیف سے نجات دلاتا ہے۔

انسان کو عظیم مصائب اور جاں کاہ مشقتوں میں مبتلا کرنے کا سبب سوائے شرک کے اور کچھ نہیں اور ان سے نجات اور خلاصی کا ذریعہ توحید کے علاوہ اور کوئی نہیں؛ پس توحید مخلوق کی جائے پناہ ہے، یہی اس کا ملجاو ماویٰ ہے اور یہی اس کی حفاظت اور امداد کی ضامن ہے۔

7۔توحید: تخلیق جن وانس کی اصل حکمت

اللّٰہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ (سورۃ الذاریات:56)

”اور میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری بندگی کریں۔“

یہاں 'لِيَعْبُدُوْنِ' کے معنی ہیں: 'لِيُوَحِّدُوْنِ' یعنی وہ مجھے ہر اعتبار سے یکتا اور منفرد تسلیم کریں۔

اس سے معلوم ہوا کہ رسولوں کی بعثت، کتبِ سماویہ کے نزول، شریعتوں کے مقرر کرنے اور مخلوق کو وجود بخشنے کا مقصد اِس کے سوا کچھ نہیں کہ توحیدِ الٰہی کا اقرار کیا جائے اور صرف اُسی کی پرستش کی جائے۔



اسلام کی ابتدائی دعوت میں نبی رحمت ﷺ حکم الٰہی کے ساتھ جہاں قل ھو اللہ أحد کی دعوت دیتے ہیں، وہی اہل مکہ اور پوری دنیا کے معبودان باطلہ کے خلاف قل یا ایھا الکافرون کا اعلان بھی کرتے ہیں۔

سیرت کے اس پہلو کا مفہوم یہ ہے کہ دعوت الی اللہ کے میدان میں کسی طرح کی مداہنت ، مصلحت پسندی یا دنیوی مفاد کو ہر گز قبول نہ کیا جائے گا۔ جب کہ رواداری کا تعلق معاشرتی معاملات میں حسن اخلاق کے ساتھ ہے، جو سیرت نبوی کا ایک حسین باب ہے، جس کا اظہار ہر ہر سنت نبوی سے ہوتا ہے۔

شدت پسندی اور مداہنت یہ دونوں انتہائیں ہیں جو ہمارے معاشرے میں پائی جاتی ہے اور ہمارا نوجوان اس کا شکار ہے۔ اس کا حل یہ ہے کہ

شدت کی جگہ پر اعتدال کا رویہ عام کیا جائے اور مداہنت کے مقابلے میں رواداری اور حسن اخلاق کو فروغ دیا جائے ، تاکہ مختلف مسالک اور اصحاب علم وفن کے درمیان معاشرتی ربط و تعلق بر قرار رہے اور اسلامی معاشرہ امن وسلامتی کا گہوارہ بن سکے۔

حسن اختلاف کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ عقائد ونظریات کے اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کی عزت کی جائے، اچھے الفاظ سے مخاطب کیا جائے، غمی وخوشی میں ایک دوسرے کے کام آیا جائے، دکھ ودرد میں شریک ہوا جائے، چغلی وغیبت سے بچا جائے، ہر ایک بھلا چاہا جائے ، نفرت کے بجائے محبت کو فروغ دیا جائے۔

سیرت طیبہ کے مطالعہ سے ہمیں یہ بھی سبق حاصل ہوتا ہے کہ رواداری کا تعلق سماجی معاملات سے ہے، نظریات اور عقائد سے نہیں۔ رسول رحمت ﷺ نے تمام مسلمانوں کو حکم ہے کہ

وہ معاشرتی معاملات میں حسن سلوک اختیار کریں، لیکن اچھے اخلاق کا یہ مطلب نہیں کہ گمراہ افکار ونظریات پر تنقید کرنے میں کسی قسم کی لچک دکھائی جائے یا حق گوئی وبے باکی سے گریز کیا جائے یا منکر کے خاتمہ کے لیے خاموشی اختیار کی جائے بلکہ ایسا رویہ مداہنت یا مصلحت پسندی ہوگا، جو دین میں ممنوع ہے۔

سیرت طیبہ سے مذہبی رواداری کا ثبوت

امام الانبیاء سید الاولین والآخرین ﷺ کو اپنی حیات طیبہ میں بے دین اور مشرک کے علاوہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں صابیوں، مجوسیوں، عیسائیوں اور یہودیوں سبھی سے واسطہ پڑا۔ ہم جانتے ہیں کہ ان سب سے ہر معاملہ میں آپ ﷺ نے شاندار حسن سلوک فرمایا۔ اس طرح تاریخ انسانی میں مذہبی رواداری کی عظیم مثالیں رقم فرمائی۔ لیکن آج مسلمانوں کی اکثریت اسوہ کامل ﷺ سے لاعلمی کے سبب یا بے رخی سے، عقیدہ کا اختلاف رکھنے کے خلاف تعصب اور عدم رواداری اور ناانصافی کا رویہ اپنائے ہوئے ہے۔

افسوس! طرفہ تماشا یہ ہے کہ اسوہ رسول ﷺ کے بر خلاف یہ سرگرمیاں محبت رسول کے نام پر اور لبیک یارسول اللہ کے نعروں کے ساتھ پروان چڑھائی جاتی ہیں۔

دعوت کے میدان میں رواداری کا مفہوم:

دعوت کے میدان میں ایک داعی کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ وہ حق گوئی کے ساتھ ساتھ اپنے مخاطب کے لیے درد دل سے اور اخلاص کے ساتھ دعا بھی کرے کہ بلاشبہ ہدایت دینے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی رحمت ﷺ سے کہا گیا کہ آپ اہل مکہ کے لیے بددعا کیوں نہیں کرتے، آپ ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا:

”میں رحمت بنا کے بھیجا گیا ہوں۔“

مولانا ابوالکلام آزاد سیرت نبوی کی انہی خوبیوں کو اجاگر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”مظلومی میں صبر، مقابلے میں عزم، معاملے میں راست بازی، طاقت و اختیار میں عفو و درگزر اور رواداری کا مظاہرہ کرنا، تاریخ انسانی کے وہ نوادر ہیں جو کبھی کسی انسان کی زندگی میں جمع نہیں ہوئے۔“

سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے کہ حاکم یمامہ سیدنا ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ کی گندم اور اناج بند کر دیا۔ جس کے لیے ابوسفیان مکہ سے مدینہ سفارش کرنے آئے کہ ہم نے آپ کو ہمیشہ رحم دل اور دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا پایا ہے۔

سیرت کو دیکھئے! آپ ﷺ نے رواداری اور کمال حسن سلوک کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے جانی ومالی اور ایمانی دشمنوں کے لیے اناج کی ترسیل کا حکم نامہ جاری فرمادیا۔

ایسی ہی موقع کے لیے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّمَا أَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ»

"اے لوگو! بلاشبہ میں سراپا رحمت اور کائنات کے لیے تحفہ ہوں۔"(سنن الدارمی: 1/116 (15)؛ سلسلہ صحیحہ:490)

سیرت سے مذہبی رواداری کی چند مثالیں

دوست و دشمن ہر ایک کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے جو حسن سلوک کا برتاؤ کیا، وہ رواداری میں انمول ضرب المثل کی حیثیت کا حامل ہے، مذہب وملت اور زبان و نسل سے بالا تر آپ ﷺ نے ہمیشہ انسانی کرامت وشرافت کو پیش نظر رکھا، مدنی اور معاشرتی زندگی میں ہر دم اخوت و بھائی چارگی، رواداری اور حسن سلوک کا حکم دیا۔

اس تناظر میں مذہبی رواداری کے حوالے سے اسوہ نبوی ﷺ کو دہرانا افادۂ عام کے لیے ضروری ہو گا۔ جس اسوہ کامل نے ہر قسم کی تنگ نظری، تعصب اور انتہا پسندی کو مٹا کر دنیا میں بلا امتیاز رواداری کو فروغ دیا ہے۔

آپ ﷺ کی حیات طیبہ ایسے واقعات بھری پڑی ہے، درج ذیل چند ایک کا حوالہ دیا ہے:

کافر کی مہمان نوازی

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک غیر مسلم رسول اللہ ﷺ کے ہاں مہمان ہوا۔ آپ نے اسے بکری کا دودھ پیش کیا، لیکن وہ سیر نہ ہوا۔ پھر دوسری بکری کا دودھ پیش کیا، پھر بھی اس کی تسلی نہیں ہوئی۔ اس پر تیسری، چوتھی یہاں تک کہ وہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا۔ آپ ﷺ اس کی اس حرص پر مسکرائے لیکن مہمان سے ہاتھ نہیں کھینچا، پھر فرمایا:

«الْمُؤْمِنُ يَشْرَبُ فِي مِعًى وَاحِدٍ ، وَالْكَافِرُ يَشْرَبُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ»

"مسلمان ایک آنت میں پیتا ہے، جبکہ کافر سات آنتوں میں پیتا ہے۔"(صحیح مسلم:2063)

غیر مسلموں کی دعوت قبول کرنا

رسول اللہ ﷺ غیر مسلموں کی دعوت بھی قبول کر لیتے اور ان کے ساتھ اور ان کے برتنوں میں کھانے پینے میں کوئی عار نہ جانتے، الا کہ ان کے برتن شراب یا حرام اشیاء کے لیے استعمال ہوں، تو انھیں استعمال نہ کرنے کا حکم ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تحفہ قبول فرما لیتے لیکن صدقہ کو قبول نہیں فرماتے تھے۔

خیبر میں ایک یہودی عورت کی آپ ﷺ کی دعوت کی، آپ ﷺ نے اسے قبول کیا، آپ ﷺ کی خدمت میں بکری کے بھنے ہوئے گوشت کا تحفہ پیش کیا، آپ ﷺ نے اسے قبول فرما لیا۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ اس میں زہر ملا ہوا تھا۔

(سنن ابو داود:4512)

عیادت کرنے میں رواداری کا مظاہرہ

رسول اللہ ﷺ بیماروں کی عیادت کرنے میں مسلم و غیر مسلم میں کوئی فرق نہ کرتے تھے۔ دوست و دشمن، مؤمن و کافر کسی کی تخصیص نہ تھی۔ صحیح بخاری میں غیر مسلموں کی عیادت کا ایک واقعہ لکھا ہے:

ایک دفعہ مدینہ میں ایک یہودی نوجوان بیمار ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کا علم ہوا تو عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اس کی حالت کو نازک پا کر اسے تبلیغ فرمائی اور وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا، آپ ﷺ نے فرمایا:

«اَلْـحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ»

"اللہ کا شکر ہے کہ جس نے اس کو آگ کے عذاب سے نجات عطا کر دی ہے۔"(صحیح بخاری:1356)

یہودی کے جنازے کی تعظیم میں کھڑے ہونا

رسول اللہ ﷺ جنازوں کے احترام میں مسلم اور غیر مسلم کا کوئی فرق نہ کرتے۔ چنانچہ بخاری میں درج ہے:

شام کی فتح کے بعد دو صحابہ ایک جنازہ کو دیکھ کر تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ ایک نئے مسلمان نے تعجب کیا اور کہا یہ تو ایک عیسائی کا جنازہ تھا۔ انہوں نے جواب دیا: ہاں ہم جانتے ہیں مگر رسول اللہ ﷺ کا یہی طریقہ تھا۔

ایک بار ایک جنازہ کے احترام میں آپ ﷺ کھڑے ہو گئے تو کسی نے کہا کہ یہ تو یہودی کا جنازہ تھا تو فرمایا:

« أَلَيْسَتْ نَفْسًا »

"کیا یہودی انسان نہیں ہوتے؟"(صحیح بخاری:1312)

مکی و مدنی زندگی میں رواداری کے عمدہ نمونے

اگر چہ اہل مکہ رسالت محمد کے منکر رہے، لیکن رسول اکرم ﷺ کی صداقت وامانت کے زبان حال و قال سے معترف تھے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی دعوت یا منہج و موقف میں کوئی نرمی اختیار کر لی تھی بلکہ آپ ﷺ کے اخلاق اور مخلوق خدا کے ساتھ حسن سلوک اور بہترین رواداری کے مظاہرہ کی وجہ سے دشمنوں کی نظر انتخاب بھی صرف آپ ہی تھے کہ آپ کے علاوہ یہ جامع کمالات کسی اور میں نظر نہیں آتے۔

نبی کریم ﷺ اخلاق حسنہ کی معراج پر فائز تھے، برداشت ورواداری، حلم وبردباری اور اغیار کے ساتھ حسن سلوک کرنا آپ کا نمایاں وصف تھا۔

مدینہ منورہ ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے قبائلی معاہدہ کیا، جو میثاق مدینہ سے تعبیر ہے۔ بلا شبہ یہ تاریخ انسانی کا پہلا تحریری دستور اور قرارداد تھا۔ اس معاہدے میں آپس کی جنگ بندی اور حرمت انسانی کی پاسداری کی دفعات پر دونوں فریق نے دستخط کیے۔ جن سے ہر فرد اور ہر جماعت کو اپنے اپنے طور طریقے اور مسلک و مشرب کے مطابق زندگی

گزارنے کی مکمل آزادی کا حق حاصل ہوا، انسانی کرامت وشرافت کا بول بالا ہوا، اموال کو تحفظ ملا اور شہر امن وسکون کا گہوارہ بن گیا۔

مداہنت کا مفہوم

مداہنت کی تعریف میں اہل علم نے لکھا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی دنیاوی غرض یا مفادات کی خاطر اس بات سے خاموش ہو جانا کہ جس کا بولنا یا کہنا واجب تھا اور اس قول وفعل کو ترک کر دینا جس کا کرنا یہ کہنا واجب تھا۔ جب کہ مدارات یا رواداری کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کی طرف دعوت دیتے ہوئے اپنے آپ سے یا لوگوں سے شر کو دور کرنا۔

مداہنت کا مفہوم حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں میں فرق کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مدارات یعنی رواداری یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ نرمی برتی جائے، جاہل کو محبت کے ساتھ تعلیم دی جائے، فاسق کو برائی سے روکا جائے اور سوسائٹی میں منکر کی روک تھام احسن طریقے سے کی جائے۔ اس لحاظ سے رواداری کا تعلق مسلمانوں کے اخلاق و آداب کے ساتھ ہے، جب کہ مداہنت بالکل اس کے برعکس ہے۔

بلکہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں تک لکھا ہے:

"وَظَنّ بَعْضُهُمْ أَنّ الْمُدَارَاةَ هِيَ الْمُدَاهَنَةُ فَغَلَطَ لأن المداراة مَنْدُوبٌ إِلَيْهَا وَالْمُدَاهَنَةُ محرمة."

"بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ مدارات یعنی رواداری کا مطلب مداہنت ہے، حالانکہ یہ بالکل غلط ہے، اس لیے کہ رواداری مستحب اور قابل تعریف امر ہے جب کہ مداہنت اختیار کرنا حرام ہے۔"

(فتح الباری:10/528)

اہل زبان کے نزدیک مداہنت کے معانی

مداہنت کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ جو چیز انسان نے اپنے ضمیر میں چھپا رکھی ہو، اس کے برعکس اس کا اظہار کرے یعنی منافقت کی ایک صورت ہے۔

علامہ ابن منظور نے لسان العرب میں اس کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ قربت اور نزدیکی کا اظہار کرنا جب کہ درپردہ عداوت اور حسد چھپا ہو۔

(لسان العرب لابن منظور:13/162)

اسی طرح مداہنت کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ لوگوں کے ساتھ ان کی حسب منشا معاملہ کرنا اور ان کی ایسی تعریف کرنا یا ان کی ناجائز کاموں میں مدد کرنا خواہ لوگ باطل پر ہی کیوں نہ ہو۔

جبکہ رواداری کا مطلب یہ ہے کسی بھی شئے کے مقابلے میں اچھی چیز کو حاصل کرنے کا اظہار اور اس کی کوشش کرنا اس شرط کے ساتھ کہ انسان کے دین اور ایمان کو سلامتی حاصل ہو۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾

"(برائی کو) اس (طریقے) کے ساتھ ہٹا جو سب سے اچھا ہے۔" (سورۃ فصلت:34)

مداہنت کے لغوی معنی نرمی کرنا ہے۔ یعنی ناجائز اور گناہ والے کام دیکھنے و سننے کرنے کے بعد بھی (اسے روکنے پر قادر ہونے کے باوجود) اسے نہ روکنا اور دینی معاملے کی مدد و نصرت میں کمزوری و کم ہمتی کا مظاہرہ کرنا، مداہنت کہلاتا ہے۔

اسی طرح ایک مفہوم یہ ہے کہ کسی بھی دنیوی مفاد کی خاطر دینی معاملے میں نرمی یا خاموشی اختیار کرنا مداہنت ہے۔

مداہنت کے اسباب

مداہنت کے بے شمار اسباب ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔ مثلا:

اہل مال کی قربت حاصل کرنے کے لیے یا خود مال کی طلب یا عہدے کی خواہش یا کسی بڑے انسان کی قربت چاہنے کے لیے یا کسی بھی حزبی جماعت کی نصرت و حمایت یا اپنی ذات کی شہرت اور برتری یا خواہشات کے غلبے کے تحت مداہنت کا رویہ اختیار کرنے پر انسان مجبور ہو جاتا ہے، یعنی اس میں مداہنت پیدا ہوتی ہے اللہ تعالی ہم سب کو دین میں مداہنت سے محفوظ فرمائے اور ہمارے دلوں کو ہمارے معاملات کو دین اسلام پر ثابت قدمی اور قائم فرمائے۔

مداہنت کا ایک سبب دنیوی غرض ہے کہ بندہ کسی دنیوی غرض کی وجہ سے برائی سے منع نہیں کرتا۔ اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ دنیوی اغراض و مقاصد کو اُخروی اغراض و مقاصد پر ترجیح دینے کے وبال پر غور کرے کہ جو لوگ آخرت پر دنیا کو ترجیح دیتے ہیں۔

مداہنت کا ایک سبب جہالت ہے کہ بندہ جب امر بالمعروف یعنی نیکی کی دعوت دینا اور نہی عن المنکر یعنی برائی سے منع کرنے کی مختلف صورتوں کے بارے میں علم حاصل نہیں کرتا، تو مداہنت یعنی برائی دیکھ کر اُسے منع کرنے کی طاقت ہونے کے باوجود منع نہ کرنے جیسے مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

اس طرح مداہنت کا ایک سبب قرابت (رشتے داری) ہے کہ بندہ جس شخص میں برائی دیکھ رہا ہے وہ اس کا قریبی رشتہ دار ہے۔ لہٰذا یہ روکنے پر قادر ہونے کے باوجود اُسے منع نہیں کرتا۔

رواداری اور مداہنت میں فرق

رواداری میں دوسروں کے لیے جائز نرمی کا رویہ اپنا ہوتا ہے، جب کہ مداہنت سے مقصود غیر شرعی نرمی ہے اور شرعی احکام سے جان چھڑانا ہوتا ہے۔ کفار کی ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ وہ اہل ایمان کو ورغلانے کے لیے مداہنت کا شکار کرتے ہیں۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ﴾ (سورۃ القلم:9)

"وہ چاہتے ہیں کاش! تو نرمی کرے تو وہ بھی نرمی کریں۔"

مداہنت سے کیسے بچا جائے؟

مداہنت سے بچنے کے لیے صرف اللہ و رسول اللہ ﷺ کی پکی اور مکمل اطاعت کرنا ہی اس کا علاج اور حل ہے۔

اس سلسلے میں قرآن مجید کی ایک آیت کریمہ اور اس کا تفسیری مفہوم آپ کو پیش کر رہے ہیں، جس میں مداہنت کا علاج ہے۔

کامل اطاعت رسول اللہ ﷺ ہی زندگی اور نجات ہے:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ﴾ (سورۃ الانفال:24)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی اور رسول کی دعوت قبول کرو، جب وہ تمہیں اس چیز کے لیے دعوت دیں جو تمھیں زندگی بخشتی ہے۔"

آیت کریمہ کا تفسیری مفہوم:

اس کی تفسیر میں امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿لِمَا يُحْيِيكُمْ﴾ سے مراد زندگی بخشنے والی چیز قرآن مجید ہے، کیوں کہ اس میں نجات، بچاؤ اور زندگی گزارنے کا لائحہ عمل ہے۔

امام سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اس سے مراد اسلام ہے، جس نے لوگوں کو کفر سے نکال کر زندگی بخشی ہے۔"

سیدنا عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"اس سے مراد جہاد ہے، جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ذلت سے نکال کر عزت بخشی ہے، کمزوری کے بعد قوت عطا کی اور دشمن کے قہر سے نجات دے کے آزادی جیسے نعمت سے نوازا ہے۔"

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ بندے اور اس کے دل درمیان حائل ہے یعنی ایمان اور کفر کے درمیان رکاوٹ ہے۔ بلاشبہ سارے دل اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔" (تفسیر ابن کثیر 4/35)

شریعت میں مصلحت اور ہماری مصلحت پسندی کا مفہوم

شرعی مصلحت کا مفہوم

مصلحت کا معنی فائدہ، منفعت یا کسی بھی دینی اور دنیاوی فائدے کو حاصل کرنے کا طریقہ یا قاعدہ مصلحت کہلاتا ہے۔ یہ سارے معنی مصلحت کے لفظ میں موجود ہیں۔

جب کہ مصلحت پسندی ایک اصطلاح ہے جو آج کل ہمارے ہاں اردو میں استعمال کی جاتی ہیں، جس کے کئی معانی ہیں۔ بہر کیف ہم شرعی مفہوم کو واضح کر دیتے ہیں کہ دوسرا معنی سمجھنا آسان ہو جائے۔

سب سے پہلے اس بات کو سمجھ لیں کہ اس باب میں اصل مسئلہ مصلحت کا اختیار کرنا ی مصلحت کا تعین کرنا ہوتا ہے۔

اس بات کو ذہن نشین کر لیں کہ شریعت میں وہی مصلحت معتبر ہوتی ہے جس کا اعتبار کتاب و سنت میں موجود ہے، لیکن جس مصلحت کی بنیاد رائے ہو یا اقوال پر ہو تو ایسی مصلحت کا سرے کوئی اعتبار نہیں خواہ اس کے ہزار تاویلیں کی جائیں، کیونکہ اس کی بنیاد کتاب و سنت پر نہیں۔

ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے:

یاد رہے! ہمارا یہ منہج و موقف ہے اور ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ تمام انسانیت کے لیے مصلحت اور فائدے کی تمام چیزیں دین اسلام نے واضح کر دی ہیں۔ پھر کسی نئی مصلحت پسندی میں پڑنا یا اس کا شکار ہونا کسی فتنے سے کم نہیں۔ دین مکمل ہو چکا ہے، جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے پوری امت مسلمہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (سورۃ المائدۃ:3)

"آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔"

آیت کریمہ کا تفسیری مفہوم

اس آیت کریمہ کی مخاطب پوری امت ہے۔ لہٰذا دنیا کی مصلحتیں کتاب و سنت کے تابع ہیں نہ دین ان کے۔ اس کی ایک مثال سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہمیں ملتی ہے کہ انہوں نے اپنے زمانے میں ایک مجلس برپا کی ہے اور ان کے سامنے یہ سوال رکھا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے زمانے میں طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کرتے تھے اور اس کی ایک مصلحت اور حکمت تھی جو کہ آج ختم ہو گئی ہے تو پھر ہم یہ رمل کیوں کرتے ہیں؟ کیوں کہ اب یہ دوڑ کر تین چکر کس کو دکھانے ہیں اور اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے، لہٰذا میرا تم لوگوں سے سوال ہے کہ رمل کیوں کرتے ہیں؟

لیکن ساتھ ہی حاضرین مجلس کو دوٹوک یہ سنت نبوی سمجھاتے ہوئے اعلان کرتے ہوئے کہا: یاد رکھو! یہ رمل قیامت تک باقی رہے گا تم میں سے کوئی میرے بعد یہ نہ سمجھ لے کہ اس کی مصلحت ختم ہو گئی ہے، لہٰذا اس کو ترک کر دینا چاہیے۔ یہ نبی کریم ﷺ کی سنت ہے اور شریعت کا حصہ ہے، لہٰذا دین کا ہر حکم اپنی مصلحت کے ساتھ قیامت تک باقی رہے گا، اسے کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔

شرعی احکام کی تبدیلی بھی دین اسلام میں موجود ہے:

یہی سے محدثین نے یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ شریعت کے احکام زمان و مکان اور حالات کے بدلنے سے

نہیں بدلتے بلکہ تبدیلی بھی وہ قابل قبول ہے جو کتاب وسنت میں موجود ہے، کسی بندے کی ذاتی رائے یا عقلیات کی بنیاد پر شریعت کے احکامات کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا ہے۔

شرعی احکام کی پانچ مصلحتیں

شریعت کا ہر حکم انسانوں کی مصلحت اور فائدے پر مشتمل ہے خواہ انسانی عقل اس کو سمجھ سکے یا اس کی عقل میں نہ آسکے۔ لیکن یاد رہے! شریعت کے تمام احکام کی پانچ مصلحت ہے:

لہٰذا ہر حکم اور ہر مستحب عمل لازمی طور پر ان پانچ میں سے کسی ایک کی حفاظت کر رہا ہوتا ہے، سب سے پہلی مصلحت حفظ جان، حفظ دین، حفظ مال، حفظ عزت وحرمت اور پھر حفظ نسب۔

اس کی مثال لیجئے: عقیدہ توحید کو قبول کرنا اور نماز کی پابندی کرنا، دین کی حفاظت میں سے ہے، اگر انسان کفر وشرک میں پڑا رہے تو یہ دین کی خرابی ہے جو کہ اسلام کی مصلحت کے خلاف ہے۔ لہٰذا اسلام یہ چاہتا ہے کہ ہر بندے کا دین محفوظ ہو۔

اسی طرح اس بات کو دیکھیں ایک بندہ نماز پڑھتا ہے، لیکن وہ مسنون طریقہ پر نہیں، بلکہ مصنوعی طریقے سے پڑھتا ہے تو اس کی نماز قابل قبول نہیں، کیوں کہ جس نے اتباع سنت کو ترک کیا، اس نے اپنے اعمال کو برباد کیا ہے۔

جیسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ»

”جس نے کوئی ایسا کام کیا جس پر ہمارا حکم نہیں، تو وہ عمل مردود ہے۔“ (صحیح مسلم:1718)

موجودہ حالات پر منطبق امام بن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا زریں قول:

ہمارے معاشرے میں افراط وتفریط ہے، خواہ مذہبی طبقہ ہو یا سیاسی، ہر کوئی شدت پسندی یا مصلحت کیشی کا شکار نظر آتا ہے، پھر نوجوان نسل کی اس ماحول میں تربیت جلتی پر تیل کا کام کرتا ہے، ہر معاشرے کے سدھرنے کے امکانات کم سے کم آنے لگتے ہیں، لیکن اہل علم وحلم اور عدل وانصاف کرنے والوں کو اسی ماحول اپنا کام بھی کرنا ہے۔ اس حوالے سے آیئے ہم اپنا جائزہ لیں اور اصلاح کریں:

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 456ھ) فرماتے ہیں:

”انسان اور (دیگر جانداروں) گدھوں، کتوں اور حشرات الارض کے درمیان حد فاصل اس کی گفتگو اور انداز کلام ہے۔ اس مناسبت سے لوگ تین طرح کے ہیں:

1۔ ”بعض لوگ اس بات کی پروا نہیں کرتے کہ وہ کیا بول رہے ہیں، جو بھی ان کی زبان پر آجائے اسے اگلتے ہی چلے جاتے ہیں، حق کی تائید اور باطل کی تردید ان کا مقصود وصحیح نظر نہیں ہوتا، لوگوں میں غالب اکثریت اسی طرح کے افراد پر مشتمل ہے۔“

2۔ بعض لوگ حقیقت حال (حقائق) جانے بغیر حق و باطل کی تائید وتردید میں بولتے ہی چلے جاتے ہیں۔ وہ اپنے موقف پر بضد رہتے ہیں، اس طرح کے لوگ بھی بکثرت موجود ہیں، لیکن یہ پہلے کی نسبت کم ہیں۔

3۔ ایسے لوگ جو موقع ومناسبت کے لحاظ سے برمحل گفتگو کرتے ہیں اور یہی لوگ نایاب ہیں۔“

(الأخلاق والسیر فی مداواۃ النفوس لابن حزم: ص99)

☆☆☆

وفات برادرِ اکبر حافظ حبیب الرحمٰن حبیب

مولانا حافظ حبیب الرحمن حبیب سابق ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ کے برادرِ اکبر محمد افتخار اختر رحمه الله رحمة واسعة کی وفات پر مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ کا اظہار تعزیت

مرکزی جمعیت اہلحدیث برطانیہ کے امیر مولانا شعیب احمد میرپوری حفظہ اللہ، ناظم اعلیٰ قاری ذکاء اللہ سلیم حفظہ اللہ اور ناظم مالیات برادر افتخار احمد حفظہ اللہ نے مولانا حافظ حبیب الرحمن حبیب سابق ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ کے برادرِ اکبر محمد افتخار اختر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر گہرے صدمے کا اظہار کرتے ہوئے دعا کی ہے کہ

اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کی بشری خطاؤں سے درگزر فرمائے۔

اللہ تعالیٰ مولانا حافظ حبیب الرحمن حبیب حفظہ اللہ سمیت تمام لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، إِنَّا لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى وَكُلّ شَيْئٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُّسَمًّى.

اَللّٰهُـمَّ اغْفِـرْ لَه وَارْحَمْـه وَعَافِه وَاعْفُ عَنْـه وَأَكْـرِمْ نُزُلَـه وَوَسِّـعْ مُدْخَـلَه وَاغْسِلْـه بِالْمَـاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَـرَدِ وَنَقِّـه مِنَ الْخَطَـايَا كَمَا نَـقَّيْتَ الـثَّوْبَ الأَبْيَـضَ مِنَ الدَّنَـسِ وَأَدْخِـلْه الْجَنَّةَ وَأَعِـذْه مِنْ فِتنَةِ الْقَـبْرِ وَعَذَابِ النَّـار، اللّٰهُمَّ أَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَأَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ، اللّٰهُمَّ أَلْحِقْهُ بِالصَّالِحِيْن.

☆☆☆

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"إنّ الرّجُلَ كان يُشَاكُ الشّوْكَةَ يقول؛ إني لأَعْلَمُ أنكِ بِذَنْبٍ وما ظَلَمَني رَبِّي عز وجل."

”سلف میں کسی کو کانٹا بھی چبھتا تو وہ کہتا: مجھے معلوم ہے کہ تو مجھے کسی گناہ کی وجہ سے چبھا ہے؛ ورنہ میرے پروردگار نے تو مجھ پر کبھی ظلم نہیں کیا۔“

(الزہد للإمام أحمد)

یادرفتگاں

قدیم کارکن ممتاز علی کھوکھر کی وفات

مولانا محمد عبدالہادی العمری

جمعیت اہل حدیث برطانیہ کے قدیم کارکن، مدرسہ سلفیہ کے ٹیچر ماہنامہ صراط مستقیم کے معاون ممتاز علی کھوکھر 29 دسمبر 2023ء جمعہ کی دوپہر 85 برس کی عمر پاکر برمنگھم میں انتقال کر گئے۔ ممتاز صاحب مرکز اور برانچوں کے علماء اور منتظمین کے درمیان رابطہ ایک کڑی کی حیثیت رکھتے تھے۔

مرکزی عمارت 20 گرین لین جب 1980ء میں خریدی گئی، مرکزی سکریٹریٹ اور جامع مسجد کے لئے، اس وقت سے جن احباب نے اسٹاف میں شمولیت اختیار کی ان میں ایک نام ممتاز صاحب کا بھی تھا، جن کا تعلق راولپنڈی سے تھا، عرصہ سے برطانیہ میں مقیم تھے۔ اپنی آمد کے بعد ابتدائی کچھ مدت انہوں نے بریڈ فورڈ میں قیام کیا۔ وہاں بس ڈرائیور کی حیثیت سے کام کرتے رہے، پھر برمنگھم منتقل ہو گئے تو تادم آخریں یہیں کے ہو رہے۔

جمعیت اہلحدیث کا عارضی دفتر جب جارج آرتھر روڈ الراک سے گرین لین منتقل ہوا، اس وسیع و عریض عمارت میں مرکزی مدرسہ سلفیہ کا بھی باقاعدہ آغاز ہوا، اگرچہ کہ مدرسہ 1975ء ہی سے جب جمعیت کی بنیاد رکھی گئی، جاری تھا لیکن اب مزید باقاعدگی کے ساتھ بھرپور کلاسیں شروع ہوئیں، اس وقت والدین کی خواہش ہوتی کہ بچوں کو اردو زبان کی اتنی تعلیم ضرور دی جائے کہ اپنے والدین اور فیملی کے افراد کے ساتھ گفتگو کرنے اور ایک دوسرے کو سمجھنے میں تردد نہ ہو، اسی لئے اس وقت دینیات وغیرہ اکثر مضامین اردو میں پڑھائے جانے لگے بعد میں بتدریج یہ سلسلہ انگریزی میں منتقل ہوتا گیا۔ اردو کی ضرورت گھٹتی گئی، لہٰذا اس وقت ایسے اساتذہ کی ضرورت تھی جو اردو اور انگریزی سے واقف ہوں تاکہ والدین کی خواہش اور طلبہ کی ضرورت کی تکمیل ہو سکے، اس ابتدائی ٹیم میں دیگر علماء اور ٹیچرز کے ساتھ ممتاز صاحب بھی شامل ہو گئے جو اردو، فارسی اور انگریزی سے واقف تھے۔

اس وقت مسلم آبادی کچھ پھیلی ہوئی سی منتشر تھی، بچے صبح سے سہ پہر تین بجے تک سرکاری اسکولوں میں زیر تعلیم ہوتے اور مدرسہ سلفیہ میں مسائی تعلیم پانچ بجے سے شروع ہوتی، اکثر والدین کام کاج کی مصروفیات کے باعث بچوں کو خود سے مدرسہ نہیں پہنچاسکتے۔ اس کا حل یہ نکالا گیا کہ مدرسہ کی جانب سے سواری کا بندوبست کیا جائے تاکہ بچوں کی آمدورفت میں سہولت ہو، اس کے لیے کچھ رضاکار ڈرائیونگ کی ذمہ داری نبھایا کرتے ان میں ایک ممتاز صاحب بھی تھے۔ چونکہ دیگر احباب مدرسہ کے وقت حاضر ہو کر یہی ڈیوٹی انجام دیتے لیکن ممتاز صاحب کا بیشتر وقت مرکزی دفتر ہی میں گزرتا اور طبیعت بھی مرنجامرنج تھی اس لیے ان کی حیثیت مرکزی دفتر میں فری لانس ورکر جیسی ہو گئی، مرکز کی ایک گاڑی بھی ان کے قبضہ میں ہوتی، طلبہ کے علاوہ جمعیت کا آرگن ماہنامہ صراط مستقیم پریس تک پہنچانا، بروقت نیا شمارہ پریس سے اٹھانا، بلکہ حسب ضرورت اس کی پروف ریڈنگ، ترجمہ بھی کیا کرتے۔ دفتر کے حساب وکتاب کے لیے بنک پہنچنا، پوسٹ آفس کی ضروریات مہمانوں کی آمد و رفت کے موقع پر انہیں اسٹیشن یا بس ڈپو پہنچانے کے علاوہ مختلف کام ان کے ذمہ ہوتے گئے، ان کی خدمات سے فائدہ اٹھانا ہر کسی کے لیے آسان تھا، وہ ہر ایک کے بھی خواہ اور ہمدرد تھے، ہفتہ اور اتوار مرکز کی مختلف برانچوں کے علماء کے دورہ میں وہ شامل رہا کرتے، اپنے ظریفانہ مزاج سے سفر کی دوری اور تھکان کو ہلکا کئے رکھتے، اس وقت برطانیہ میں پھیلی مختلف شاخوں کے تنظیمی، تبلیغی اور تربیتی دوروں کیلئے زیادہ تر ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت مولانا محمود احمد میرپوری رحمۃ اللہ علیہ اور راقم جایا کرتے۔ یوں ممتاز صاحب مختلف برانچوں کے تنظیمی مسائل سے خوب واقف تھے۔ لوگ بھی ان کے ساتھ مانوس اور محبت سے پیش آیا کرتے۔

ایک مرتبہ مولانا محمود احمد رحمۃ اللہ علیہ، راقم اور ممتاز صاحب ڈیوزبری کے دورہ سے برمنگھم واپس لوٹ رہے تھے، پروگرام کے ختم ہوتے ہوتے شام ہو گئی، ہلکی برفباری ہو رہی تھی۔ کچھ ہی دور چلے تھے کہ برفباری میں شدت آتی گئی، گاڑی جو مولانا محمود صاحب کی تھی ممتاز صاحب ڈرائیو کر رہے تھے، اس کی بیٹری جواب دے گئی، کچھ دیر کے لیے گاڑی کھڑی کر دی گئی بلکہ کھڑی ہو گئی، چاروں طرف برف کی سفید چادر سی تن گئی اوپر سے لگاتار برفباری جاری تھی، ایسے موقعوں پر عموماً مولانا محمود رحمۃ اللہ علیہ اور ممتاز صاحب کے درمیان مکالمے اور نوک جھونک دلچسپ ہوا کرتے، مولانا اس ناگہانی پر ناراضگی کا اظہار کر رہے تھے اور ممتاز صاحب اپنی بے بسی کا، کہ اتنے بڑے مولانا ہو کر اتنی قدیم گاڑی رکھی کیوں؟ بہر حال اب کوئی چارہ تھا نہیں۔ طے پایا کہ ہم دونوں گاڑی کو دھکا دیتے ہیں شاید کچھ دیر حرکت ہو تو

اسٹارٹ ہو جائے، راقم اور محترم مولانا یخ بستہ سردی میں گاڑی دھکیلتے رہے اور ممتاز صاحب اسٹیرنگ سنبھالے ان نازک لمحات میں ظریفانہ حس سے محظوظ ہوتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ واہ رے قسمت، ممتاز کے نصیب دو دو مدنی علماء مجھے گاڑی میں بٹھا کر اس کڑاکے کی سردی میں دھکیل رہے ہیں، میرے لیے یہ کیا ہی تاریخی لمحات ہیں!

عرصہ تک میرا ہفتہ واری درس قرآن لیسٹر میں ہوا کرتا، جماعت کے قدیم بزرگ جناب مبارک علی وڑائچ کے گھر درس ہوتا اس وقت جماعت کی مسجد نہیں تھی، اس درس میں اسلامک فاونڈیشن کے وابستگان اور مختلف اہل علم شریک ہوا کرتے۔

ہر ہفتہ یہ سفر ممتاز صاحب ہی کی رفاقت میں طے ہوتا ، راستہ میں متنوع موضوعات پر بے دھڑک اظہار خیال کرتے، مرکزی دفتر اور مدرسہ میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کے نتیجہ میں تقریباً پچیس سال بعد ان کی ریٹائرمنٹ ہوگئی، پھر ہماری ملاقاتوں میں تسلسل باقی نہ رہا کبھی کبھار سرراہ ملاقات ہو جاتی یا کبھی کسی مناسبت خصوصاً ادبی اجتماعات میں یکجائی ہوتی، انہیں شعر گوئی کا ذوق سلیم تھا۔ اس لحاظ سے حلقہ احباب اردو میں بھی وہ مشہور تھے۔

ان کے فرزند تیمور نے بذریعہ واٹس ایپ انتقال کی خبر دی، 31/ دسمبر بروز اتوار کی ظہر جامع مسجد اہلحدیث ان کا جنازہ لایا گیا۔ جہاں برسہا برس انہوں نے خدمات انجام دی تھیں، ان کا دیدار کیا تو ماضی کی "یادوں میں کھو گیا" کچھ بکھری ہوئی یادوں کے قصے بھی بہت تھے۔ فیملی کے افراد کے ساتھ بہت سے شناساؤں نے شرکت کرکے خراج محبت پیش کی۔

نماز جنازہ کے فوری بعد مجھے موسم سرما کی مناسبت سے برید فورڈ میں منعقد ہونے والے پروگرام میں شرکت کے لیے روانہ ہونا تھا، جنازہ ہی میں شرکت کی خاطر منتظمین اجلاس سے اپنی باری مؤخر کرنے کی درخواست کی تھی کیونکہ رفیق دیرینہ کے جنازہ میں عدم شرکت گوارہ نہیں تھی، لیکن آج کا یہ سفر ممتاز صاحب کی نہیں ان کی یادوں کی رفاقت میں طے ہوا۔

اللہ تعالیٰ ان کی بشری لغزشوں کو درگزر فرمائے، حسنات قبول کرکے اعلیٰ علیین میں جگہ عطا کرے۔ اہلیہ کا اور ایک بیٹے کا چند مہینے قبل ہی انتقال ہو چکا تھا صرف ایک بیٹا اور کچھ رشتہ دار ہیں۔ اللہ صبر کی توفیق بخشے۔ آمین

☆☆☆

عافیت یا صبر ؟!

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے فرزند صالح کہتے ہیں:

اعتللت من عَيْني لَيْلَة فَلم يزل عِنْدِي. فَقلت: اللَّهُمّ أَنِّي أَسأَلك الصَّبْر. فَقَالَ: سل الله الْعَافِيَة، فان الصَّبْر إِنَّمَا يكون مَعَ الْبلَاء.

"ایک رات میری آنکھوں میں تکلیف تھی؛ میرے والد ساری رات میرے پاس رہے۔ میں نے دعا کی: اے اللہ! میں تجھ سے صبر کا سوال کرتا ہوں۔ والد کہنے لگے: خدا سے عافیت کا سوال کرو کہ صبر تو تکلیف اور آزمائش کے ساتھ ہوتا ہے۔"

(سیرۃ الإمام أحمد از صالح، ص:41)

گلستان ثاقب

دل میں ہے لگی آگ بجھاتا نہیں کوئی — برسوں سے یہاں شمع جلاتا نہیں کوئی
کمھلائے ہوئے پھول کھلاتا نہیں کوئی — گزرے ہوئے لمحات کو لاتا نہیں کوئی
اس دور کے انسان نے ہر چیز بنا لی — پر ٹوٹے ہوئے دل کو بناتا نہیں کوئی
ہر لب پہ ہیں اب جھوٹے تبسم کی لکیریں — پر زخمِ نہفتہ کو بتاتا نہیں کوئی
جس شمع سے انساں کو ملی راہِ ہدایت — اس شمع کی لو اب تو بڑھاتا نہیں کوئی
نغمات حجازی سے چمک اٹھے تھے ذرّے — افسوس! وہ نغمات بھی گاتا نہیں کوئی
آغاز محبت تو بہت خوب ہے لیکن — انجام تلک اس کو نبھاتا نہیں کوئی
ہو جس کی رگ و پے میں شہادت کی تمنا — اس مردِ مجاہد کو دباتا نہیں کوئی
بدلے ہوئے موسم میں، نئے دور میں ثاقب — اشعار ترے سنتا، سناتا نہیں کوئی

ڈاکٹر عبدالرب ثاقب ڈڈلی



ماہ رجب کی خاص فضیلت فضائل واحکام

حافظ عمران ایوب لاہوری

لفظ رَجُبٌ اگر جیم کے ضمہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہے "شرم کرنا، چھینک کر مارنا، ڈرنا اور بڑائی کرنا۔" اور اگر جیم کے فتحہ کے ساتھ رَجَبٌ ہو تو اس کا معنی ہے: "گھبرانا اور شرم کرنا۔" (لغات الحدیث:2/69)

اصطلاح میں رجب قمری مہینوں میں ساتویں مہینے کا نام ہے اور یہ ان چار مہینوں میں بھی شامل ہے جنہیں شریعت اسلامیہ میں حرمت والے قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللهِ اثْنَا عَشَرَ شَهراً فِيْ كِتَابِ اللهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعة حُرُمٍ﴾(سورۃ التوبہ:36)

"یعنی آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے روز سے ہی اللہ کے ہاں مہینوں کی تعداد بارہ ہے اور ان میں چار حرمت والے ہیں۔"

ان چار حرمت والے مہینوں سے مراد رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم الحرام ہیں۔ جیساکہ یہ وضاحت خود نبی کریم ﷺ نے ہی فرمائی ہے۔ (صحیح بخاری:4662،3197؛ صحیح مسلم:1679)

شیخ ابن عادل حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے انہی چاروں کی حرمت پر اجماع بھی نقل کیا ہے۔ (تفسیر اللباب فی علوم الکتاب:10/85)

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اگر کوئی معترض کہے کہ یہ چار مہینے بھی دیگر مہینوں کی مانند ہیں تو پھر انہیں دوسروں سے ممتاز کیوں کیا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت میں یہ چیز بعید نہیں کیونکہ شریعت میں مکہ مکرمہ کو دیگر شہروں سے زیادہ محترم قرار دیا گیا ہے۔ جمعہ کے دن اور عرفہ کے دن کو باقی دنوں سے زیادہ محترم کہا گیا ہے، شب قدر کو باقی راتوں پر برتری دی گئی ہے، بعض اشخاص کو رسالت عطا کر کے دوسروں پر فوقیت دی گئی ہے تو اگر بعض مہینوں کو دوسروں کے مقابلے میں امتیازی حیثیت دی گئی ہے تو یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ أیضاً

حرمت و تعظیم میں ان چار مہینوں کی تخصیص اسی طرح ہے جیسے صلاۃ وسطیٰ کی تخصیص ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاة الْوُسْطٰى﴾ (سورۃ البقرۃ:238)

"یعنی نمازوں کی حفاظت کرو بطورِ خاص صلاۃ وسطیٰ (درمیانی نماز) کی۔"

ان مہینوں کی حرمت کے دو مفہوم ہیں۔ ایک یہ کہ ان میں قتل و قتال حرام ہے اور دوسرا یہ کہ یہ مہینے متبرک اور قابل احترام ہیں۔ ان میں نیکیوں کا ثواب زیادہ اور برائیوں کا گناہ زیادہ لکھا جاتا ہے۔ پہلا مفہوم کہ ان میں قتل و قتال حرام ہے۔ شریعت اسلامیہ میں منسوخ ہو چکا ہے جبکہ دوسرا کہ یہ قابل احترام اور متبرک ہیں، ابھی بھی اسلام میں باقی ہے۔ (معارف القرآن:4/372؛ یسر التفاسیر:2/74)

ماہ رجب کی خاص فضیلت

ماہ رجب کی اتنی عمومی فضیلت تو ثابت ہے کہ وہ چار حرمت والے مہینوں میں شامل ہونے کی وجہ سے باقی مہینوں سے زیادہ قابل احترام اور متبرک ہے، لیکن بطورِ خاص ماہ رجب کی فضیلت میں کوئی بھی روایت ثابت نہیں جیسا کہ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے:

"لم يرد في رجب على الخصوص سنة صحيحة ولاسنة ولاضعيفة ضعفا خفيفا بل جميع ما روى فيه على الخصوص امام موضوع مكذوب أو ضعيف شديد الضعف."

"خاص طور پر ماہ رجب کے متعلق کوئی صحیح حسن یا کم درجے کی ضعیف سنت وارد نہیں بلکہ اس سلسلے میں وارد تمام روایات یا تو من گھڑت اور جھوٹی ہیں یا شدید ضعیف ہیں۔" (السیل الجرار:2/143)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

"بطورِ خاص رجب کے روزے رکھنے کے متعلق تمام احادیث ضعیف بلکہ موضوع ہیں۔ اہل علم ان میں سے کسی پر بھی اعتماد نہیں کرتے۔"

(مجموع الفتاویٰ:20/290)

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

"رجب کے روزے اور اس کی کچھ راتوں میں قیام کے متعلق جتنی بھی احادیث بیان کی جاتی ہیں وہ تمام جھوٹ اور بہتان ہیں۔" (المنار المنیف:ص96)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

"ایسی کوئی بھی صحیح اور قابل حجت حدیث وارد نہیں جو ماہ رجب میں مطلقاً روزے رکھنے یا رجب کے کسی معین دن کا روزہ رکھنے یا اس کی کسی رات کے قیام کی فضیلت پر دلالت کرتی ہو۔" (تبیین العجب:ص11)

سید سابق رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

"رجب میں روزے رکھنا دوسرے مہینوں میں روزے رکھنے سے افضل نہیں۔" (فقہ السنۃ:1/383)

اہل علم کے درج بالا اقوال سے معلوم ہوا کہ ماہ رجب

کی کوئی بھی خاص فضیلت ثابت نہیں اور جن روایات میں اس کی کوئی بھی فضیلت مروی ہے وہ تمام کذب و افترا ہیں۔

رجب کی فضیلت کے عدم ثبوت کے ضمن میں بعض اہل علم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ

”رسول اللہ ﷺ نے حرمت والے مہینوں میں روزے رکھنے کی ترغیب دلائی ہے۔“

اور چونکہ رجب بھی حرمت والے مہینوں میں شامل ہے۔ اس لئے اس کے روزے اس عمومی حدیث کی وجہ سے مستحب ہوئے۔ تو یہ واضح رہنا چاہئے کہ یہ روایت بھی ثابت نہیں بلکہ ضعیف ہے جیسا کہ علامہ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ نے وضاحت فرمائی ہے۔(ضعیف أبو داؤد:2328)

ماہ رجب کی بدعات

حرمت والے مہینوں کے متعلق اللہ کا فرمان ہے:

﴿فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ أَنْفُسَكُمْ﴾ (سورۃ التوبہ :36)

”یعنی ان مہینوں میں اپنے نفسوں پر ظلم نہ کرو۔“

شیخ ابن عادل نے اس آیت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے نقل فرمایا ہے کہ اپنے نفسوں پر ظلم سے مراد ہے معاصی کا ارتکاب اور اطاعت کے کام ترک کر دینا۔(اللباب فی علوم الکتاب:10/86)

تفسیر جلالین میں ہے کہ اپنے نفسوں پر ظلم سے مراد ہے ’گناہوں کا ارتکاب‘ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان مہینوں میں برائی کا گناہ زیادہ ہوتا ہے۔ (تفسیر الجلالین:ص270)

امام ابو بکر الجزائری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس آیت کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔(تفسیر أیسر التفاسیر:2/74)

معلوم ہوا کہ حرمت والے مہینوں میں خصوصی طور پر گناہوں کے ارتکاب سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے چونکہ رجب بھی حرمت والا مہینہ ہے اس لئے اس مہینے میں بھی یہی کوشش ہونی چاہئے مگر خدا کا کرنا ایسا ہے کہ اس مہینے میں وہ گناہ تو ہوتے ہی ہیں جو دوسرے مہینوں میں کئے جاتے ہیں۔ مزید برآں کچھ ایسے گناہ بھی کئے جاتے ہیں جو محض اسی مہینے کے ساتھ خاص ہیں۔

رجب کے کونڈے

ماہ رجب کی بدعات میں کونڈے بھرنے کی رسم بھی شامل ہے۔ جس کے لئے 22 رجب کا دن خاص کیا گیا ہے۔ اس کے پس منظر میں مختلف واقعات بیان کئے جاتے ہیں جن میں سے ایک جعفر صادق اور لکڑہارن کا واقعہ بھی ہے۔ اس میں ہے کہ جعفر صادق نے لکڑہارن سے کہا کہ جو بھی آج (یعنی 22 رجب کے روز) میرے نام کے کونڈے بھر کر تقسیم کرے گا اس کی حاجت ضرور پوری ہو گی ورنہ روز قیامت میرا گریبان پکڑ لینا، چنانچہ لکڑہارن نے کونڈے بھرے تو اس کی حاجت پوری ہو گئی۔(داستان عجیب از مولانا محمود الحسن)

پہلی بات تو یہ ہے کہ

یہ قصہ ہی من گھڑت ہے کیونکہ اس کا ذکر کسی بھی مستند ماخذ میں موجود نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ

22 رجب یا کسی بھی دن کی خاص فضیلت کا تعین رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی کر ہی نہیں سکتا اور یہ واقعہ اگر بالفرض صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی عہد رسالت سے صدیوں بعد کا ہے۔ اور دین عہد رسالت میں مکمل ہو گیا تھا۔ بعد کا اضافہ دین شمار نہیں ہو گا بلکہ اسے دین میں بدعت اور گمراہی کہا گیا ہے۔

جیسا کہ فرمان نبوی ﷺ ہے

«كُلّ مُحْدَثَة بِدْعَةٌ وَكُلّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ»

(صحیح الجامع الصغیر للألبانی:1353)

”دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

تیسری بات یہ ہے کہ

یہ رسم روافض کی ایجاد معلوم ہوتی ہے کیونکہ جعفر صادق کا قصہ تو ثابت نہیں البتہ یہ ثابت ہے کہ 22 رجب کو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (بزرگ صحابی رسول کاتب وحی اور خلیفۃ المسلمین) کی وفات ہوئی تھی اور شیعہ حضرات کو ان سے جو بغض و عناد ہے وہ سب پر عیاں ہے اس لئے وہ ان کی وفات کے روز بطور جشن میٹھی اشیا تقسیم کرتے لیکن جب انہوں نے محسوس کیا کہ یہ رسم سنیوں میں بھی عام ہونی چاہئے تو جعفر صادق کا من گھڑت قصہ چھپوا کر ان میں تقسیم کرا دیا اور یوں یہ رسم عام سے عام ہوتی چلی گئی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ

22 رجب کے روز کونڈے بھرنے والی رسم خود ساختہ اور جاہلانہ ہے جس کا دین سے کوئی تعلق نہیں اس لئے ہر مسلمان کو اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

شب معراج

رجب کی 27 تاریخ کو شب معراج منائی جاتی ہے۔ دن کو روزہ اور رات کو قیام کیا جاتا ہے۔ محافل نعت اور مختلف دینی مجالس منعقد کی جاتی ہیں اور مساجد میں چراغاں وغیرہ کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ قابل ذکر ہے کہ شب معراج کی تاریخ تو کجا اس کے مہینے میں بھی اختلاف ہے۔ کچھ نے معراج کے لئے ربیع الاوّل، کچھ نے محرم اور کچھ نے رمضان کا ذکر کیا ہے۔(الرحیق المختوم:ص137)

جب شب معراج کے مہینے میں ہی اختلاف ہے تو اس کی تاریخ کا تعین کیسے کیا جا سکتا ہے۔

دوسرے یہ کہ

اگر بالفرض یہ ثابت بھی ہو جائے کہ شب معراج

27رجب ہی ہے تب بھی اس دن کا خصوصی روزہ، قیام، محافل و مجالس اور چراغاں وغیرہ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ یہ بات طے ہے کہ معراج مکہ میں ہوئی اور اس کے بعد تقریباً تیرہ برس نبی کریم ﷺ صحابہ میں موجود رہے۔ اگر اس دن کوئی خاص عمل باعث برکت و فضیلت ہوتا تو سب سے پہلے اسے نبی کریم ﷺ اختیار کرتے جبکہ اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ

اس دن کا کوئی بھی خاص عمل نہ تو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور نہ ہی کسی صحابی سے۔ تو اس دن کو بعض اعمال کے لئے خاص کرنا دین میں نئی ایجاد کردہ بدعت نہیں تو اور کیا ہے؟

لہٰذا ایسی تمام بدعات و خرافات سے خود بھی بچنا چاہئے اور دوسروں کو بھی بچانا چاہئے۔ نیز اگر کوئی نفلی روزہ و قیام کا اہتمام کرنا ہی چاہتا ہے تو اس کے لئے سنت نبوی موجود ہے۔

آپ ﷺ روزانہ رات کو گیارہ رکعت قیام کیا کرتے تھے۔ (موطأ امام مالک:243)

اور ہر ہفتے میں سوموار اور جمعرات کا نفلی روزہ رکھا کرتے تھے۔ (سنن أبو داوٗد:2436)

اس لئے اگر کوئی شخص نفلی روزہ رکھنا چاہے یا قیام اللیل کرنا چاہے تو اس سنت کو اپنائے، بدعات میں مبتلا ہونے کی کیا ضرورت ہے جو کوشش و محنت کے باوجود انسان کے لئے ہلاکت کا باعث ہیں۔

بدعات رجب سے متعلق مختلف فتاویٰ

1۔ شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"رجب یا کسی بھی دوسرے مہینے میں شب معراج کی تعیین کے متعلق صحیح احادیث میں کچھ بھی مذکور نہیں اور اس رات کی تعیین میں جو کچھ بھی مروی ہے وہ محدثین کی تحقیق کے مطابق رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں اور اگر بالفرض اس رات کی تعیین ثابت بھی ہو جائے تب بھی مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ اسے بعض عبادات کے لئے خاص کریں یا اس میں مختلف مجالس و محافل کا انعقاد کریں کیونکہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا اور اگر ایسا کوئی بھی کام مشروع ہوتا تو نبی ﷺ اپنے قول یا فعل کے ذریعے امت کے سامنے اس کی وضاحت ضرور فرما دیتے۔" (مجموع فتاویٰ ومقالات متنوعۃ:1/188)

2۔ شیخ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

"رجب کے پہلے روز روزہ رکھنا بدعت ہے شریعت کا حصہ نہیں اور نبی کریم ﷺ سے رجب میں خاص طور پر روزوں کا اہتمام ثابت نہیں۔

لہٰذا ماہ رجب کے پہلے روز روزہ رکھنا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ یہ عمل سنت ہے، گناہ اور بدعت ہے۔" (فتاویٰ شیخ صالح الفوزان:1/33)

3۔ سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ رجب کے پورے مہینے کے روزے رکھنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔

لہٰذا جو بھی ایسا کرے گا وہ رسول اللہ ﷺ کی سنت اور آپ ﷺ کے طریقے کی مخالفت کرے گا اور بدعت کا مرتکب ٹھہرے گا۔ (فتاویٰ اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء، رقم الفتویٰ:5169)

4۔ شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے دریافت کیا:

"کچھ لوگ ماہ رجب میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ رجب میں اس کی خاص فضیلت ہے تو آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟"

جواب میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"یہ درست نہیں۔ اگر تو وہ لوگ عبادت سمجھ کر ایسا کرتے ہیں تو یہ بدعت ہے اور اگر ان کے اموال پر سال ہی اسی مہینے پورا ہوتا ہے تو پھر کوئی حرج نہیں۔"

(البدع والمحدثات: ص462)

خلاصہ کلام

درج بالا بحث سے معلوم ہوا کہ

ماہ رجب کی محض اتنی ہی فضیلت ثابت ہے کہ یہ ایک حرمت والا مہینہ ہے اس لئے اس کے احترام کا تقاضا ہے کہ اس میں خصوصی طور پر گناہوں سے بچنے اور عبادات بجا لانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اس سے بڑھ کر اس مہینے کی کوئی خاص فضیلت ثابت نہیں اور اس سلسلے میں جو کچھ بھی بیان کیا جاتا ہے وہ محض کذب و افترا ہی ہے۔

لہٰذا اس مہینے کو کسی بھی نیک عمل اور عبادت کے لئے خاص کرنا بدعت ہے خواہ وہ صلوۃ الرغائب ہو، شب معراج کی محافل و مجالس ہوں، کونڈوں کی رسم ہو یا کسی مخصوص دن کا روزہ ہو، سب ناجائز اور غیر شرعی امور ہیں۔

اس لئے ان سے خود بھی بچنا چاہئے اور دوسروں کو بھی بچانے کی کوشش کرنی چاہئے اور صرف ایسے اعمال ہی اختیار کرنے چاہئیں جو سنت نبوی سے ثابت ہوں کیونکہ کامیابی صرف سنت کی اتباع میں ہی ہے۔

واللہ الموفق

☆☆☆

دنیا بڑی حقیر ہے

امام عبید بن عمیر المکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إن الدنيا هينة على الله؛ يعطيها من يحب ومن لا يحب، ولا يعطي الإيمان إلا من يحب

"خدا کی نگاہ میں دنیا بڑی حقیر ہے؛ وہ دنیا اسے بھی دیتا ہے جس سے محبت کرتا ہے اور اسے بھی جس سے محبت نہیں کرتا؛ لیکن ایمان وہ صرف اسی کو عطا کرتا ہے جو اسے محبوب ہو۔"

(حلیۃ الأولیاء:3/270)

☆☆☆



سردی کے موسم میں مؤمن کا مؤمنانہ کردار

مقبول احمد سلفی (اسلامک دعوہ سنٹر، شمالی طائف)

اللہ تعالیٰ کا بے پایاں احسان وکرم ہے کہ اس نے ہمیں مختلف قسم کے موسم سے لطف اندوز ہونے کا موقع میسر فرمایا، مختلف قسم کے یہ مواسم انسانی زندگی میں حسن ولطافت کا اضافہ کرتے ہیں۔انسانی فطرت میں جلدبازی اور ظاہری تکلیف پر جزع فزع کرنا شامل ہے۔بلاشبہ ٹھنڈی میں تکلیف اور پریشانی ہے اور کبھی یہ پریشانی مرض اور کبھی جانی ومالی نقصان کا باعث بھی بن جاتی ہے۔اس موسم میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ لوگ بیمار پڑتے ہیں، اکثر وبیشتر بچے سردی کھانسی، نزلہ وزکام میں مبتلا ہوجاتے ہیں، کسی کے لئے یہ موسم جانی نقصان کا سبب بھی بن جاتا ہے ، یہی وجہ ہے کہ انسان ٹھنڈی کی ان ظاہری پریشانیوں کو دیکھتا ہے اور اس موسم کو کوستا ہے ، ٹھنڈی کو برابھلا کہتا ہے اور بجائے صبر کرنے کے تکلیف کا اظہار کرتا ہے۔

ایک مؤمن کا ایمان ہونا چاہئے کہ زمین وآسمان ، سورج وچاند، دن ورات، صبح وشام اور ٹھنڈی وگرمی کا خالق تن تنہا اللہ تعالیٰ ہے، اللہ نے بہترین کاریگری کے ساتھ حکمت وبصیرت کے تحت ان کو پیدا فرمایا ہے، اس کی بنائی ہوئی کوئی چیز بے فائدہ اور لغو نہیں ہے، فرمان الٰہی ہے:

﴿رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا﴾ (سورۃ آل عمران:191)

"اے ہمارے رب!تونے یہ بے فائدہ نہیں بنایا۔"

قرآن نے ذکر کیا کہ یہ بات وہ کہتے ہیں جو ہر حال میں کھڑے ہوتے، بیٹھتے اور کروٹ بدلتے ہمیشہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں یعنی جن کی زندگی مومنانہ کردار کا پرتو ہوتی ہے۔زمین وآسمان کا اپنی جگہ پر قائم رہنا اللہ کی عظیم نشانیوں میں سے ہے، رب کا فرمان ہے:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَن تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهِ﴾ (سورۃ الروم:25)

"اس کی ایک نشانی یہ ہے کہ آسمان وزمین اسی کے حکم سے قائم ہیں۔"

مومن اللہ کے کلام پر پختہ اعتقاد کے ساتھ یہ بات بھی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی رات ودن اور موسم وسال کو لانے والا ہے، اللہ کا فرمان ہے۔

﴿يُقَلِّبُ اللَّهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ﴾ (النور:44)

"اللہ تعالیٰ ہی رات ودن کو ردوبدل کرتا رہتا ہے، آنکھ والوں کے لئے تو اس میں یقینا بڑی بڑی عبرتیں ہیں۔"

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مومنانہ کردار کے حامل افراد اللہ کی نشانیوں سے عبرت پکڑتے ہیں ،رات ودن کی آمد ہو، سردی وگرمی کا موسم ہو، بہار وخزاں کا وقت ہو ، بارش وقحط سالی ہو ان سب میں اللہ کی قدرت ومصلحت پر یقین رکھتے ہوئے ہمیشہ نصیحتیں پکڑتے ہیں۔

یہاں ایک بڑی بات جسے علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذکر کی ہے بتانا مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ نے اللہ کی مخلوقات کے متعلق کہا ہے کہ جو ان اشیاء کا خالق ہے دراصل وہی عبادت کا مستحق ہے ۔ اس قول سے یہ نصیحت ملتی ہے کہ مومن لوگ اللہ کی مخلوقات اور اس کی نشانیوں میں غوروفکر کرکے رب کی خالص بندگی کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے جیسا کہ اللہ نے تخلیق انسانی کی وجہ ہی عبادت ذکر کیا ہے، فرمان الٰہی ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (سورۃ الذاریات:56)

"اور بے شک میں نے جن وانس کو محض اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔"

اور صحیحین میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ نبی ﷺ سے پوچھتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے تو آپ فرماتے ہیں:

«أنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ نِدًّا، وهو خَلَقَكَ» (صحیح بخاری:7520)

"تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ حالانکہ اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے۔"

ان تمہیدی باتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے ایک بات یہ ذہن میں رکھنے کی ہے کہ ٹھنڈی وگرمی کا سبب جہنم کا سانس لینا ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«اشْتَكَتِ النَّارُ إلى رَبِّهَا فَقالَتْ: رَبِّ أكَلَ بَعْضِي بَعْضًا، فأذِنَ لَهَا بنَفَسَيْنِ: نَفَسٍ في الشِّتَاءِ ونَفَسٍ في الصَّيْفِ، فأشَدُّ ما تَجِدُونَ مِنَ الحَرِّ، وأَشَدُّ ما تَجِدُونَ مِنَ الزَّمْهَرِيرِ» (صحیح بخاری:3260)

"جہنم نے اپنے رب سے شکایت کرتے ہوئے کہا: اے میرے رب ؛ میرے ایک حصے نے دوسرے کو کھا لیا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اسے دوسانس کی اجازت دے دی، ایک سانس سردی کے موسم میں اور دوسرا سانس گرمی کے موسم میں ، اسطرح تمہیں جو سخت

گرمی محسوس ہوتی ہے وہ جہنم کی گرمی کی وجہ سے ہے اور جو سخت سردی محسوس ہوتی ہے وہ جہنم کے زمہریر کی وجہ سے ہے۔"

ٹھنڈی اور گرمی کی وجہ جان لینے کے بعد دوسری بات یہ دھیان دینے کی ہے کہ اس موسم میں مومن کا کردار یہ ہو کہ اس موسم کی تکلیف سے بچنے کا سامان کریں اور جو کچھ تکلیف اس موسم میں پہنچ جائے اس پر صبر کریں، موسم کو برا بھلا نہ کہیں کیونکہ اس کا بنانے والا اللہ ہے، موسم کو برا بھلا کہنا اللہ کو تکلیف دینے اور برا بھلا کہنے کے مترادف ہے۔ حدیث قدسی ہے، اللہ فرماتا ہے:

«يُؤْذِينِي ابنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ، وأنا الدَّهْرُ، بيَدِي الأمْرُ، أُقَلِّبُ اللَّيْلَ والنَّهارَ» (صحیح بخاری:7491)

"آدم کا بیٹا مجھ کو دکھ دیتا ہے، اسطرح کہ وہ زمانے کا گالی دیتا ہے حالانکہ میں زمانہ ہوں، میرے ہی ہاتھ میں تمام کام ہیں جس طرح چاہتا ہوں رات ودن کو پھیر تا رہتا ہوں۔"

جب یہ بات صحیح ہے کہ ٹھنڈی کے موسم میں خصوصا شدت کی سردیوں میں گھر سے نکلنا بھی دشوار ہو جاتا ہے ایسے میں وضو کرنا، طہارت کے لئے غسل کرنا اور مسجد آکر پانچ وقتوں کی عبادت بجالانا بظاہر مشکل کام ہے مگر حقیقی مومنوں اور نفس پہ قابو رکھنے والوں کے لئے اس میں کوئی مشقت نہیں ہے بلکہ لذت وچاشنی ہے۔ دراصل انسان کو اس کا نفس ہی آسانی میں بھی مشقت کا احساس دلاتا ہے جبکہ کوئی شیطانی کام میں اگر بھاری سے بھاری مشقت ہو پھر بھی اس کا نفس ہلکے پن کا احساس دلاتا ہے۔ ذرا غور کریں کہ انسان کو انتہائی ٹھنڈی میں کسی بھاری کام کا معاوضہ بڑھا کر دیا جائے تو اپنے کام میں کوئی مشقت نہیں محسوس کرتا جبکہ عبادت اس پر گراں گزرتی ہے وہ کیوں؟ اس کی وجہ مومنانہ کردار میں نقص اور اس پر نفس کا غلبہ ہے۔

مؤمن اس کام سے خوش ہوتا ہے جس میں اللہ کی رضا اور زیادہ مقدار میں اجر ہوتا ہے اور ٹھنڈی میں اللہ کی بندگی بھی زیادہ اجر کا باعث ہے، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

قال ابنُ مسعودٍ : إنَّ اللَّهَ ليضحَكَ إلى رجُلَينِ : رجلٌ قامَ في ليلةٍ بارِدَةٍ مِن فِراشِهِ ولِحافِهِ ودِثارِهِ فتوضَّأَ ، ثمَّ قامَ إلى الصَّلاةِ ، فيقولُ اللَّهُ عزَّ وجلَّ لملائكتِهِ : ما حمل عبدي هذا على ما صنَعَ ؟ فيقولون : ربَّنا ! رجاءَ ما عِندَكَ ، وشفقةً مِمَّا عندَكَ . فيقولُ : فإنِّي قد أعطيتُهُ ما رجا ، وأمَّنتُهُ مِمَّا يخافُ ، وذكر بقيَّتَهُ(صحیح الترغیب:630)

"دو شخصوں کو دیکھ کر اللہ تعالی خوش ہوتا ہے: ایک وہ شخص جو سرد رات میں اپنے بستر اور لحاف سے اٹھکر وضو کرتا ہے، پھر جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتا ہے: میرے بندے کو یہ تکلیف برداشت کرنے پر کس چیز نے ابھارا ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ وہ آپ کی رحمت کا امید وار ہے اور آپ کے عذاب سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم لوگ گواہ رہو میں نے اسکی امیدیں پوری کردی اور جس چیز سے خوف کھارہاہے اس سے امن دے دیا۔"

ٹھنڈی میں وضو کی تکلیف پر اللہ گناہوں کا معاف فرماتا اور درجات بلند کرتا ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو نہ بتاؤں وہ باتیں جن کی وجہ سے اللہ گناہ معاف کر دیتا ہے اور درجات بلند فرماتا ہے۔ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! بتلائیے، آپ ﷺ نے فرمایا: «إسْباغُ الوُضُوءِ علَى المَكارِهِ، وكَثْرَةُ الخُطا إلى المَساجِدِ، وانْتِظارُ الصَّلاةِ بَعْدَ الصَّلاةِ، فَذَلِكُمُ الرِّباطُ»(صحیح مسلم:251)

"تکلیف اور سختی کے باوجود مکمل وضو کرنا(مثلا بیماری یا سردی کی وجہ سے) اور قدموں کا مسجد کی طرف زیادہ آنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا یہی رباط یعنی نفس کو عبادت کے لئے روکنا ہے۔"

صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ جس عبادت میں جتنی مشقت ہوگی اس قدر اجر وثواب ملے گا، سیدہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

أنَّ رسولَ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم قال لها في عُمرتِها إنَّ لك من الأجرِ على قدرِ نَصَبِك ونفقتِك(صحیح الترغیب:1116)

"رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے میرے عمرہ کے بارے میں فرمایا کہ تمہیں اجر تمہاری مشقت اور خرچ کے بقدر ملے گا۔"

یہاں یہ بات واضح رہے کہ جان بوجھ کر اپنے نفس کو مشقت میں ڈالنے والا اجر کا مستحق نہیں ہے بلکہ وہ خود کو ہلاک کرنے والا ہے، مشقت والے عمل کا مطلب ہے کہ خود اس کام میں مشقت ہو مثلا ٹھنڈے پانی سے وضو کی تکلیف اجر کا باعث ہے کیونکہ یہ خود کی مشقت نہیں ہے لیکن آگ میں کود کر عبادت کرنا یا پانی میں ڈوب کر اور زبان کاٹ کر ذکر کرنا بناوٹی مشقت ہے اس سے انسان ہلاک ہوگا، یہ اجر والا کام نہیں ہے۔ بعض صوفیا نے عبادت کے واسطے آنکھوں میں نمک لگانے، بعض نے ذکر کاٹے، بعض نے ایک ٹانگ پر قرآن ختم کیا، یہ سب بلا اجر ہلاک کرنے والا عمل ہے۔

ٹھنڈی میں مشقت والے عمل پر اللہ کی طرف سے زیادہ اجر ملتا ہے اس وجہ سے مومنانہ کردار یہ ہونا چاہئے کہ زیادہ شوق سے کثرت سجود بجالائے، جنت

بھی تکلیف برداشت کرنے پر ہی ملے گی، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«حُفَّتِ الجَنَّةُ بالمَكارِهِ، وحُفَّتِ النَّارُ بالشَّهَواتِ» (صحیح مسلم:2822)

”جنت گھیری گئی ہے ان باتوں سے جو نفس کو ناگوار ہیں اور جہنم گھیری گئی ہے نفس کی خواہشوں سے۔“

آج مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ سرد موسم میں ذاتی ہر کام کرتے ہیں، مادی مفاد سے جڑے مشقت سے پر کام انجام دینے میں بھی گریز نہیں کرتے حتی کہ بہت سارے لوگ اس مہینے میں مختلف قسم کے کھیلوں میں وقت گزارتے ہیں تاہم عبادت وبندگی حد درجہ ان پر گراں گزرتی ہے۔ حد تو یہ ہے کہ عام دنوں کے بہت سارے نمازی اس موسم میں سست پڑ جاتے اور نمازو ں سے غافل ہو جاتے ہیں۔ ایسے میں ہمارے ایمان کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ عارضی زندگی کے لئے کیا کچھ نہیں کرتے اور مستقل زندگی کے متعلق بے پرواہ ہو جاتے ہیں۔

ٹھنڈی مومنوں کے لئے موسم بہار ہے کیونکہ اس موسم میں ان کے لئے دو عظیم عبادتوں میں اللہ کی طرف سے آسانی پیدا کر دی گئی ہیں، ایک روزے کی عبادت، اس کی آسانی دن کا چھوٹا ہونا ہے دوسری قیام اللیل کی عبادت، اس کی آسانی رات کا لمبی ہونا ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«الشتاءُ ربيعُ المؤمنِ طال ليلُه فقامه وقصُر نهارُه فصامه» (مسند احمد)

”سردی کا موسم مومن کے لئے بہار کا موسم ہے کہ اسکی راتیں لمبی ہوتی ہیں جن میں وہ قیام کرلیتا ہے اور دن چھوٹے ہوتے ہیں جن میں وہ روزے رکھ لیتا ہے۔“

اگرچہ اس حدیث پر محدثین نے کلام کیا ہے مگر حقیقت یہی ہے کہ ٹھنڈی میں دن چھوٹا ہے اور رات لمبی ہوتی ہے اور اس حدیث کے آخری حصے کی تائید صحیح حدیث سے ہوتی ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«الغنيمةُ الباردةُ ،الصَّومُ في الشِّتاءِ» (صحیح الترمذی:797)

”ٹھنڈا ٹھنڈا بغیر محنت کے مال غنیمت یہ ہے کہ روزہ سردی میں ہو۔“

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ہمارے اسلاف اس موسم کی آمد پر خوش ہوتے اور ان دونوں آسانی والی عبادت کا اہتمام کرتے تھے۔

آج اللہ کی توفیق سے سردیوں سے بچنے کے لئے سیکڑوں اسباب ووسائل ظہور پذیر ہوئے ہیں، وضو وغسل کے لئے ہمہ وقت گرم پانی کی سہولت، جسم کی حفاظت کے گرم ملبوسات اور جگہوں کو گرم کرنے والے نئے نئے آلات موجود ہیں، لہٰذا عبادتوں کی انجام دہی میں گرمی پہنچانے والے اسباب اپنانے میں کوئی حرج نہیں ہے ساتھ ہی شریعت نے بھی پہلے سے ہماری لئے آسانیاں رکھی ہے۔ موزے اور جراب پر مسح کرنا اور ضرر لاحق کی صورت میں یا پانی کی عدم دستیابی پر تیمم کرنا جائز ہے۔

آخر میں سردی کے موسم میں مومن بھائیوں کو میرا ایک پیغام ہے کہ اگر اللہ نے آپ کو مالدار بنایا ہے اور آپ کو ضرورت سے زیادہ دولت سے نوازا ہے تو اس موسم میں یتیم ومسکین اور محتاج وفقیر کا بھی خیال کریں، آپ کے پاس ٹھنڈی سے بچنے کے لئے مختلف قسم کے جیکیٹ، سویٹر، لحاف، ہیٹر اور عمدہ عمدہ گرم ملبوسات موجود ہیں مگر کتنے ایسے لوگ ہوں گے جو سردی سے جوجھ رہے ہوں گے، ان کے پاس بچاؤ کے لئے معمولی سامان بھی نہیں ہوگا۔

لہٰذا اپنے بچت مال سے محتاجوں کی ضرورت پوری کریں، چند افراد یا ایک فیملی یا اپنے ہی مفلس رشتہ دار کی اعانت کریں خواہ پیسے دے کر یا ملبوسات تقسیم کرکے، مستعمل کپڑے بھی دئے جاسکتے ہیں۔ کتنے غریب اس ماہ میں سخت بیمار ہو جاتے ہیں اور علاج کے لئے پیسہ نہیں پاتے تلاش کر ایسے لوگوں کی بھی مدد کریں۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«مَن فَرَّجَ عن مُسْلِمٍ كُرْبَةً، فَرَّجَ اللَّهُ عنْه بها كُرْبَةً مِن كُرَبِ يَومِ القِيامَةِ» (صحیح مسلم:2580)

”جو شخص کسی مسلمان سے کوئی مصیبت دور کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت دور کرے گا۔“

☆☆☆

امام ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كلما ازداد الإنسان علما وتمسكا بما علم؛ ازداد احترام الناس له، واقتداؤهم به، وجعلهم إياه أسوة.

”انسان جوں جوں علم اور اس سے تمسک میں بڑھتا جاتا ہے لوگوں میں اس کا احترام اور اسے مقتدا اور اسوہ بنانے کا جذبہ بھی بڑھتا جاتا ہے۔“

(تفسیر سورۃ غافر، ص9)

☆☆☆

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بلغني أنه يأتي على الناس زمان تمتلئ قلوبهم في ذلك الزمان من حب الدنيا فلا تدخله الخشية.

”مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ ان کے دل حب دنیا سے بھر جائیں گے اور ان میں خشیت داخل نہ ہو سکے گی۔“

(حلیۃ الأولیاء:7/38)

☆☆☆



امامت سے متعلق

حدیث نمبر:74

عَنْ عائشة رضي الله عَنْها قالت : «صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهِ وَهُوَ شَاكٍ، فصَلَّى جَالِساً، وَصَلَّى وَرَاءَهُ قَوْمٌ قِيَاماً، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ: أَنِ اجْلِسُوا فلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ : إِنَّمَا جُعِلَ الإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا : رَبَّنَا ولَكَ الْحَمْدُ، وَإِذَا صَلَّى جَالِساً فَصَلُّوا جُلُوساً أَجْمَعُونَ».

[رواه البخاري، كتاب أبواب تقصير الصلاة، باب صلاة القاعد، برقم 1113، وهو في البخاري في عدة مواضع، منها: رقم 688، و1213، 5658، ومسلم، كتاب الصلاة، باب ائتمام المأموم بالإمام، برقم 412]

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

سیدہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں بیمار تھے آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی آپ کے پیچھے لوگ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے آپ نے انہیں اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا: بلاشبہ امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو جب وہ سر اٹھائے تو تم سر اٹھاؤ اور جب وہ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہے تو تم رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہو جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تم سبھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی

1:وَهُوَ شَاكٍ :اس حال میں کہ وہ مریض ہے۔

2:اِجْلِسُوْا :تم بیٹھ جاؤ۔

3:اِنْصَرَفَ :پلٹا، پھرا، سلام پھیرا۔

4:صَلُّوْا جُلُوْسًا :نماز پڑھو بیٹھ کر۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام

1۔بیمار گھر نماز پڑھ سکتا ہے۔

2۔بیمار شخص امام بن سکتا ہے۔

3۔جس شخص نے نماز اپنی نیت سے شروع کی ہو بعد میں لوگ اس کے پیچھے باجماعت نماز شروع کر سکتے ہیں اور وہ بقیہ نماز بطور امام پڑھا سکتا ہے۔

4۔نماز کے دوران مقتدی کا نماز کے افعال جیسے تکبیر، رکوع، سجود وغیرہ میں اپنے امام کے تابع رہنا واجب ہے اس سے پہلے کرنا منع ہے۔

5۔نماز کے دوران مقتدی کے لیے اپنے امام کی مخالفت جائز نہیں اس کی سخت وعید آئی ہے۔ یہ حکم نماز کے افعال میں ہے البتہ قرات وغیرہ میں اختلاف جائز ہے۔

6۔امام کی متابعت میں افضل طریقہ یہ ہے کہ جب امام نماز کے دوران عمل کرے تو مقتدی فوراً بعد وہ عمل کرے نہ امام سے پہلے وہ عمل کرے نہ برابر اور نہ ہی زیادہ دیر بعد۔

7۔امام اگر معذوری کی بناء پر بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تمام مقتدی قیام پر قادر ہونے کے باوجود بیٹھ کر نماز پڑھیں۔ البتہ اکثر اہل علم کے نزدیک یہ حکم منسوخ ہے۔ افضل یہ ہے کہ جو شخص قیام نہ کر سکتا ہو وہ امامت کے لیے کسی ایسے شخص کو مقرر کر دے جو کھڑا ہو سکتا ہو۔

8۔امام جب رکوع سے اٹھتے ہوئے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه کہے تو مقتدی اس کے بعد رَبَّنَا ولَكَ الْحَمْدُ کہے یعنی ربنا ولک الحمد کہنے کا وقت اور مقام امام کے رکوع سے اٹھنے کے بعد ہے۔ البتہ مقتدی بھی سمع اللہ لمن حمدہ کہہ سکتا ہے جیسا کہ مقتدی اپنی نماز میں پوری سورت فاتحہ پڑھتا ہے باوجود اس کے کہ حدیث میں ہے کہ جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھے تو پھر تم آمین کہو جس طرح یہاں آمین کہنے کی جگہ اور وقت بتایا گیا ہے اسی طرح اس حدیث میں ربنا ولک الحمد کہنے کی جگہ اور مقام بتایا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

9۔بوقت ضرورت نماز میں اشارہ کرنا جائز ہے۔

10۔نماز آنکھیں کھول کر پڑھنا چاہیے جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ کے اشارہ کرنے کو دیکھا۔ بعض لوگ آنکھیں بند کر کے نماز پڑھتے ہیں جو کئی لحاظ سے درست نہیں ہے مثلاً نماز کے دوران سانپ یا بچھو وغیرہ آجائے تو بند آنکھوں سے کیسے دیکھے گا اس کے ڈسنے سے کیسے بچے گا جب کہ نماز کے دوران سانپ اور بچھو کو مارنے کا حکم ہے اسی طرح نماز کے دوران کوئی اور بھی واقعہ رونما ہو سکتا ہے جس کی خبر صرف اس صورت میں ہو سکتی کہ آنکھیں کھلی ہوں۔

11۔امام کا نماز کے بعد وعظ و نصیحت کرنا خصوصاً جب نماز میں بعض لوگ غلطی کریں تو اس کی اصلاح

کے لیے نصیحت کرنا۔

حدیث نمبر:75

عَنْ عبد اللّٰه بن يزيد الخطمي الأنصاري رضي الله عَنْه قال : حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ ــ وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ ــ قَالَ : «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ : سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، لَمْ يَحْنِ أَحَدٌ مِنَّا ظَهْرَهُ حَتَّى يَقَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا، ثُمَّ نَقَعُ سُجُودًا بَعْدَهُ».

[رواه البخاري، كتاب الأذان، باب متى يسجد من خلف الإمام، برقم 690 بلفظه، وباب السجود على سبعة أعظم، برقم 811، ومسلم، كتاب الصلاة، باب متابعة الإمام والعمل بعده، برقم 474]

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

سیدنا عبداللہ بن یزید خطمی انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہیں کہ مجھے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی اور وہ جھوٹ نہیں بولتے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَه کہتے ہم میں سے کوئی بھی اپنی پیٹھ کو نہ جھکاتا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ سجدے میں چلے جاتے پھر ہم آپ کے بعد سجدے میں جاتے۔

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی

1:حَدَّثَنِيْ :مجھے حدیث بیان کی۔

2:غَيْرُ كَذُوْبٍ :جھوٹ بولنے والے نہیں۔

3:لَمْ يَحْنِ :نہ جھکاتا۔

4:ظَهْرَهُ :اپنی کمر۔

5:نَقَعُ سُجُوْدًا :ہم سجدے میں جاتے۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام

1۔ نماز کے دوران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کی اتباع اس انداز میں کرتے کہ جب آپ ﷺ ایک عمل کر لیتے تو فوراً بعد وہ عمل کرتے یعنی نہ آپ ﷺ سے پہل کرتے نہ ساتھ کرتے اور نہ ہی بہت دیر بعد کرتے بلکہ آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے رہتے۔

2۔امام کو تکبیرات اور سمع اللہ لمن حمدہ بہت لمبا کھینچ کر نہیں کہنا چاہیے کیونکہ مقتدی نے امام کے بعد کہنا ہے۔

3۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کو بھی حدیث بیان کرتے۔

4۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حدیث بیان کرتے کے لیے حدثنی اور اخبرنی کے الفاظ کا استعمال کرنا۔

5۔بات کی اہمیت کے پیش نظر بات بیان کرنے والے کی توثیق کرنا۔

6۔حدیث صرف سچے لوگوں سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

7۔ جھوٹے شخص کی بیان کردہ روایت مردود ہے۔

حدیث نمبر:77

عَنْ أَبِي هريرة رضي الله عَنْه : أن رسول الله ﷺ قال : «إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ، فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ، وَالسَّقِيمَ، وَذَا الْحَاجَةِ، وَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِنَفْسِهِ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ».

[رواه البخاري، كتاب الأذان، باب إذا صلى لنفسه فليطول ما شاء، برقم 703، ومسلم، كتاب الصلاة، باب أمر الأئمة بتخفيف الصلاة في تمام، برقم 467.]

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی تم میں سے لوگوں کو نماز پڑھائے اسے چاہیے کہ وہ مختصر و ہلکی نماز پڑھائے کیونکہ ان میں کمزور، بیمار اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں اور جب کوئی بذات خود نماز پڑھے تو جس قدر ے چاہے لمبی کرے۔"(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی

1: إِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ :جب تمہارا کوئی ایک لوگوں کو نماز پڑھائے۔

2:فَلْيُخَفِّفْ :پس چاہیے کہ وہ ہلکا کرے۔

3:اَلضَّعِيفُ :کمزور۔

4:وَالسَّقِيْمُ :بیمار۔

5:وَذَا الْحَاجَةِ :ضرورت مند۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام

1۔ مریض، بوڑھے، اور ضرورت مندوں کا باجماعت نماز میں شریک ہونے کی ترغیب۔ معمولی بیماری یا ضعف وغیرہ کی وجہ سے باجماعت نماز کو ترک نہیں کرنا چاہیے حتی الوسع باجماعت نماز ادا کرنی چاہیے کیونکہ اس کا سختی سے حکم دیا گیا ہے اور باجماعت نماز ترک کرنے کی سخت وعید سنائی گئی ہے۔

2۔ فرض نماز کی جماعت میں امام کو مقتدیوں کے خیال رکھنے کا حکم۔

3۔فرض نماز باجماعت زیادہ طویل نہیں ہونی چاہیے۔ یعنی بہت لمبی قرات اور بہت لمبے رکوع و سجود وغیرہ نہیں کرنے چاہئیں اور نہ ہی بہت مختصر بلکہ معتدل ہونے چاہئیں۔

4۔نبی کریم ﷺ اپنی امت اور خصوصاً کمزور اور ضرورت مندوں کا بہت خیال رکھتے تھے حتی کہ باجماعت نماز میں بھی۔

5۔انفرادی نماز جتنی کوئی چاہے اسے لمبا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن عموماً لوگ بطور امام لمبی نماز پڑھاتے ہیں اور اپنی انفرادی انتہائی مختصر جو کہ لمحہ فکریہ ہے۔



میں کوئی سات سال سے امریکہ نہ جا سکا تھا، حالانکہ اب تو وہاں میرے بڑے فرزند وہیب کے علاوہ سب سے چھوٹے بیٹے ڈاکٹر مجاہد کو پہلے ایک سالہ کورس اور پھر ریاست ورجینیا میں کام کرتے کل تین سال ہو چکے ہیں۔ وجہ نہ جانے کی یہ ہوئی کہ صدر ٹرمپ کے عہد میں ویزا کے حصول کو مشکل بنا دیا گیا تھا۔ ایک شرط یہ بھی تھی کہ ویزے کا طلبگار پچھلے دس سال کے دوران ان پانچ ممالک میں سے کسی ایک کو سلام پیش نہ کر سکا ہو اور وہ تھے صومالیا، سوڈان، یمن، افغانستان اور عراق، میں 2012ء میں مسلم ایڈ کے وائس چیئر مین کی حیثیت سے ایک ہفتے کے لئے خرطوم (سوڈان) جا چکا تھا اور وہ بھی صرف دفتری کام کے لئے، کہ مسئلہ حساب کتاب کا تھا کہ جس کی خاطر میں اس تنظیم کے محاسب اور ڈائریکٹر کے ساتھ خرطوم آفس کا دورہ کرنے اور پھر اس دورے کی رپورٹ تیار کرنے کا پابند تھا لیکن میری یہ وضاحت لندن میں متعین سفارت کار کی فہم و فراست سے بالا تھی، اس لئے اس نے لال جھنڈی دکھانے پر اکتفا کیا۔ خیر سے جب جو بائڈن کی صدارت کا آغاز ہوا اور اس نے کئی پابندیاں اٹھانے کا اعلان بھی کیا تو بچوں کے اصرار پر سوچا کہ کیوں نہ ایک دفعہ پھر طبع آزمائی کی جائے، زیادہ سے زیادہ فیس کے 120 پاؤنڈ کا نذرانہ ہی تو پیش کرنا ہو گا۔ چنانچہ پچھلے مارچ میں درخواست دی تو انٹرویو کے لئے اگست کی تاریخ ملی۔ میری یہ کوشش کامیاب رہی اور سفارت کار نے چند رسمی سوالات کے بعد ویزا کی منظوری کا فرمان ہاتھ میں تھما دیا۔

جمعرات 14 دسمبر 2013ء کو اہلیہ اور اپنے پوتے حسیب بن وھیب کے ساتھ روانگی کا دن ٹھہرا۔ یونائیٹڈ امریکی ائرلائنز سے ہماری پرواز کا پہلا مرحلہ ریاست ایری زونا کے مرکزی شہر ڈینور (DENVER) کا ائرپورٹ تھا۔

دس گھنٹے کی اس طویل پرواز کو سوتے جاگتے پھر معاشی اصطلاحات پر مشتمل ایک انگریزی کتاب کے مطالعہ اور پھر مالکم ایکس کی زندگی پر ایک معلوماتی اور دستاویزی فلم کی دید میں گزارا۔

1978ء میں جب میں پہلی مرتبہ شیکاگو پہنچا تھا کہ جہاں 50 افریقی امریکن اماموں کے چالیس روزہ کورس میں مجھے بحیثیت استاد حصہ لینا تھا، وہاں کی ایک بک اسٹور میں مالکم ایکس کی سوانح حیات پر ایک کتاب ہاتھ لگی کہ جس کے مطالعہ سے اسی داعی اسلام شخصیت کی زندگی کے ساحرانہ اور خطیبانہ پہلو سے میں متعارف ہوا۔ زبان انگریزی میں اس کی فصاحت وبلاغت میرے لئے ہمیشہ دلکش دل ربا رہی اور اس کی زندگی کے بارے میں یہ ڈاکومنٹری مجھے امریکہ میں اسلام کی دریافت کے نئے پہلو متعارف کرا گئی۔

یہاں سے ہم نے دو گھنٹے بعد ریاست کیلی فورنیا کے ایک دور افتادہ شہر (SAN Diego) کی پرواز پکڑنا تھی لیکن ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے قوانین و ضوابط کے تحت آپ نے جس ائرپورٹ پر سب سے پہلے قدم رکھا ہو۔ وہیں پاسپورٹ، ویزا اور سامان کی جانچ پڑتال کی جاتی ہے اور اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ پچھلے دو تین تلخ تجربات کے بعد اس دفعہ دو تین رسمی سوالات ہی پوچھے گئے اور پاسپورٹ ہمارے حوالے کر دیئے گئے۔

شاید انہوں نے ہماری کبر سنی اور سفید بالوں کی لاج رکھ لی ہو اور یا اس بات کی کہ ہمارا مقصد صرف بیٹے اور اس کے اہل خانہ کی زیارت ہے جو عرصہ دراز سے امریکہ کے کئی سائنسی تحقیقی مراکز کو اپنے جوہر تحقیق کا رمز شناس بنانے پر مامور ہے۔ امیگریشن کے مرحلہ سے نکلتے ہیں ہمیں اپنے سامان کو اپنی تحویل میں لے کر خود ہی ایک دوسرے کاؤنٹر پر پہنچانا تھا تا کہ وہ منزل مقصود تک پہنچ پائے۔ عموماً لندن سے مڈل ایسٹ یا پاکستان آتے جاتے ہوئے اگر ایک جگہ رک کر ملحقہ پرواز پکڑنی ہو تو سامان کو دونوں منزلوں کا ٹیگ لگا دیا جاتا ہے کہ مقامی اہلکار ایک جہاز سے سامان اتاریں اور پھر ہر بیگ کو اس کے ٹیگ کے مطابق دوسری منزل کی پرواز تک پہنچائیں لیکن امریکہ بہادر کو شاید اپنے اہلکاروں پر بھروسہ نہیں ہے، اس لیے خود مسافر ہی کو اس کار خیر کا پابند بنایا گیا ہے۔ حسیب سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کو بخیر وخوبی ادا کیا۔ اگلی پرواز تیار تھی اور وہ ڈیڑھ گھنٹے کی پرواز کے بعد منزل مقصود جا اُتری۔ ائرپورٹ شہر کے بالکل متصل واقع ہے اور جہاز کے لینڈ ہوتے وقت ایسا دکھائی دے رہا تھا کہ جہاز شہر کی عمارتوں کے درمیان میں سے ہوتا ہوا زمین کو چھونے کی کوشش کر رہا ہے۔

یہاں مجھے اس بات کا اعتراف کرنے میں کوئی باک نہیں کہ اس سفر کے دوران ہم دونوں کو کچھ پیرانہ سالی کی بنا پر اور کچھ پیر کی تکلیف کی بنا پر متحرک کرسی (وہیل چیئر) کی خواہش رہی جو لندن، ڈینور اور سان

ڈی ایگو کے ایئرپورٹ کے عملہ نے بخوشی مہیا کی اور ہم نے یہ بھی دیکھا کہ ان تینوں مقامات پر یہ ڈیوٹی دیسی افراد (یعنی پاکستانی، صومالی، عرب اور چند غیر امریکین) ہی ادا کرتے رہے۔ یہ خدمت بالکل مفت ادا کی جاتی ہے لیکن ام وہیب نے کہیں بھی بنام بخشش انہیں اپنی دادرسی سے مایوس نہیں کیا۔

ائرپورٹ پر وہیب اپنی بیگم اور بچی نورہ کے ساتھ منتظر تھے اور پھر کوئی ایک گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد وہ ہمیں ایک خوبصورت پہاڑی پر ایک نئی آبادی کی ایک فراخ کوٹھی میں لے آئے۔ ہمیں صدر دروازے کا تو بعد ہی میں پتہ چلا۔ عموماً قاعدہ یہی ہے کہ گاڑی میں بیٹھے بیٹھے گیراج کا دروازہ بصورت شٹر اوپر اُٹھ جاتا ہے اور گاڑی سے اتریں تو گیراج ہی میں سے ایک دروازہ مکان کے اندر لے جاتا ہے۔

ہمیں گھر سے نکلے کوئی دو گھنٹے ہو رہے تھے یعنی لندن کے حساب سے رات کے 2 بج رہے تھے لیکن یہاں کا دن لندن کی صبح سے آٹھ گھنٹے کے بعد طلوع ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ یہاں ابھی شام کے چھے ہی بجے تھے گویا آج کے دن میں آٹھ گھنٹے کا اضافہ ہو گیا اور یوں ہمیں مقامی وقت کے اعتبار سے جلد سونے اور صبح جلد اٹھنے کا موقع میسر آ گیا، ہمارا یہ سفر خالصۃً ذاتی نوعیت کا تھا۔ مقصود دونوں بیٹوں، پوتے پوتیوں اور دونوں بہوؤں سے ملاقات تھی اور ان دونوں شہروں کے قابل دید مقامات کی سیاحت تھی۔

ہر شخص کا کوئی نہ کوئی من پسند مشغلہ (HOBBY) ہوتا ہے۔ مجھے سیاحت کا چسکا ہے اور پھر اپنے مشاہدات کو موئے قلم سے زینت قرطاس بنانا ہے، اس لئے آئندہ صفحات میں صرف اپنے مشاہدات پر اکتفا کروں گا۔

میرے متعدد پچھلے اسفار اس پر شاہد ہیں، ان میں سے اکثر دعوتی اسفار تھے لیکن میں نے انہیں اپنے مشاہدات اور مناظر کے بیان سے آراستہ و پیراستہ رکھا، لیکن یہ سفر چونکہ ذاتی نوعیت کا تھا، زیادہ تر سیاحت میں گزرا۔ اس میں دعوتی عنصر کی کمی ملاحظہ فرمائیں تو میری لغزشوں سے درگزر کرتے ہوئے میرے ساتھ ان مقامات کی سیاحت کرتے جائیں۔ جہاں شاید آپ کا جانا نہ ہوا ہو۔

میں نے اپنی اس روئیداد کو معمولات زندگی (کہ جس میں کھانا پینا، بچوں کے ساتھ وقت گزارنا اور فرائض دین کا ادا کرنا) ان سب کے تذکرے سے اجتناب کیا ہے تاکہ یہ مشاہدات طوالت کا شکار نہ ہوں۔

1۔ مقامی مسجد میں نماز جمعہ

یہ مسجد یا اسلامی مرکز وہیب سلمہ کی رہائش گاہ سے قریب ترین جگہ تھی، امریکہ کے مراکز اسلامیہ کا کیا کہنا؟ یہ ایک مضافاتی مسجد ہے جس کا ایک بڑا سا ہال ہے لیکن اس کے چاروں اطراف ملحقہ قطعہ زمین اتنا بڑا ہے کہ اس میں غالباً 100 سے زیادہ تو گاڑیوں کی پارکنگ کی گنجائش ہوگی اور لوگ چونکہ دور دور سے آتے ہیں اس لئے گاڑیوں کی بھرمار ہے۔ ہال کے پچھلے حصے میں ایک میٹر کی اونچائی کے برابر لکڑی کی فصیل لگادی گئی ہے کہ جس کے عقب میں خواتین کے لئے نماز کا اہتمام کیا گیا ہے۔

خطیب کا تعلق غالباً سوڈان سے تھا کہ وہ اپنے لہجے اور قراءت سے پہچانے جاتے ہیں۔ اُن کی ایک بات بھلی لگی، غزہ کے تعلق سے کہا کہ ایک عالم سے پوچھا گیا کہ مسلم ممالک ان کی مدد کے لئے کیوں نہیں آئے تو امت مسلمہ کی طرف سے یہ جواب آیا کہ اگر میرا جسم صحیح اور سلامت

ہوتا تو میں مدد کو آتی لیکن میرے جسم کے تو انہوں نے ستاون (57) ٹکڑے کر ڈالے ہیں تو میرے اُٹھنے ہیں سکت کہاں سے آئے؟

مسجد کے باہر قبلے کی سمت میں بھی صفیں بچھادی گئی تھیں جہاں خطبے کی آواز پہنچ رہی تھی دل میں خدشہ ہوا کہ کیا یہ لوگ امام کے آگے ہو کر نماز کی ادائیگی کریں گے لیکن امام صاحب خطبے کے بعد آگے چلے آئے جہاں پہلی صف کے آگے ان کا مصلی بچھادیا گیا تھا۔

نمازیوں میں اکثر پاک وہند کے چہرے نظر آئے تو گمان غالب یہی ہے کہ اس دور افتادہ شہر میں بھی اپنے وطن سے وابستہ لوگوں کی تعداد کم نہیں۔

خیال رہے کہ ریاست کیلی فورنیا، امریکہ کے مغرب میں وہ آخری ریاست ہے کہ جس کے ساحل سے بحر الکاہل کا پانی ٹکراتا ہے + یہ ریاست شمالاً جنوباً نو (9) سو میل کا طویل ساحل رکھتی ہے، سان ڈیگو جنوب میں وہ آخری شہر ہے جہاں سے میکسیکو کا بارڈر صرف سترہ (17) میل کی مسافت پر ہے۔ یہ شہر امریکہ کے فوجی اڈے کی مناسبت سے بھی پہچانا جاتا ہے۔

2۔ سیل (SEALS) اور سمندری شیر (SEA LIONS) کا ایک منظر:

یہ شہر ان دنوں معتدل درجہ حرارت رکھتا ہے، اس لیے سردی کا احساس نہیں ہوتا۔ البتہ شام تک گرم کپڑے کی حاجت محسوس ہوتی ہے۔

ہم شام کو ساحل کی طرف جا نکلے، جابجا ٹیلوں کی اونچائی سے بحر الکاہل کی موجوں کا نظارہ بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ ایک جگہ جھانکا تو کئی چٹانوں پر ایک سمندری مخلوق استراحت کرتی نظر آئی۔ ایک بھیڑ یا دُنبے کے برابر جسم رکھنے والی یہ مخلوق سمندر سے نکل کر اپنے دو پنجوں پر کھسکتی ہوئی ساحل کی ریت پر اور زیادہ تر چٹانوں پر محو خواب نظر آتی ہے۔ ایک جگہ نیچے جانے کے لئے زینہ بنادیا گیا ہے۔ ہم بھی نیچے اترے اور ساحل تک جا پہنچے جہاں یہ مخلوق جسے دریائی بچھڑے کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ بہت قریب سے قابل دید تھی، سیاح حضرات اس کے بہت

قریب ہو کر اپنی فوٹو بنا رہے تھے۔ بظاہر ایک بے ضرر مخلوق دکھائی دی لیکن بعد از تحقیق معلوم ہوا کہ کاٹ کھانے والے دانت رکھتی ہے اور اگر اسے خطرے کا احساس ہو تو اپنے دانتوں کے جوہر دکھانے سے باز نہیں آتی، اس لئے ہدایت کی گئی ہے کہ اس سے دور ہی رہا جائے اور اس بات کی تصدیق ایک خبر سے بھی

ہو گئی کہ جس ساحلی کونے پر ہم اترے تھے وہاں ایک ہفتہ بعد یہ دیکھا گیا کہ یہ بچھڑا چند سیاحوں کے پیچھے تیزی سے کھسکتا ہوا آرہا ہے اور وہ اب دوڑ لگانے پر مجبور ہیں۔

ہماری موجودگی میں بھی کوسٹ گارڈ کی طرف سے یہ اعلان ہو رہا تھا کہ جو حضرات ساحل سے ٹکرانے والی موجوں کے ساتھ اپنے سکی بورڈ کے ساتھ آنکھ مچولی کر رہے ہیں (جسے (SURF) کہا جاتا ہے وہ اس مخلوق کی موجودگی کے باعث جلد باہر نکل آئیں۔

ایک دوسرا زینہ بھی دیکھا کہ جس کے ساحل سے ٹکراتے قدمچے اس مخلوق کے ایک پورے خاندان کو جائے استراحت مہیا کر رہے تھے۔

اگلے دن اس مخلوق کو بیچ سمندر میں بھی دیکھا جس کے لئے ہم نے واٹر بس کا سہارا لیا، ہم پہلے شہر کے مرکزی حصے سے ہوتے ہوئے جھیل نما سمندر کے اس حصے تک پہنچے جہاں چھوٹی بڑی بے شمار کشتیاں اور بجرے پارک نظر آئے، یہاں واٹر بس کی سواری کے ٹکٹ خریدے گئے ، یہ بس ان معنوں میں ہے کہ سڑک پر اپنے ٹائروں کے بل رواں دواں رہتی ہے اور پھر پانی میں اترتی ہے تو کشتی کا روپ دھار لیتی ہے۔ ہم نے کچھ دیر انتظار کیا۔ دیکھا کہ یہ بس اپنے پہلے چکر کے بعد سیاحوں کو لے کر واپس پہنچی ہے ۔ اس کی نشستوں کی اونچائی اتنی تھی گویا کہ یہ ایک ڈبل ڈیکر بس کی بالائی منزل ہو۔ڈرائیور کی نشست کے عقب سے ایک آہنی سیڑھی لٹکادی گئی اور مسافروں سے کہا گیا کہ وہ سیدھے رخ نہ اتریں بلکہ پیٹھ کے بل اسی سیڑھی پر قدم رکھتے ہوئے اور دونوں طرف کی ریلنگ کا سہارا لیتے ہوئے نیچے اتریں۔ جب تمام مسافر اتر چکے تو پھر ہمارے چڑھنے کی باری تھی۔ معلوم ہوا کہ اس کی دوسری جانب عمر رسیدہ یا معذور افراد کے لئے ایک لفٹ کا انتظام بھی کیا گیا ہے، ہم نے اس سہولت سے فائدہ اٹھایا اور ہم دونوں (میں اور اہلیہ) اس بیرونی لفٹ کے ذریعے بس میں داخل ہوئے۔ دونوں اطراف کی کھڑکیاں کھلی تھیں اور سرد ہوا چہروں سے ٹکرا رہی تھی۔

جب بس مسافروں سے بھر چکی تو میزبان خاتون نے مائیک سنبھالا اور ہم سب کو خوش آمدید کہا اور پھر شگفتہ انداز میں بس کی روانگی کے ساتھ ساتھ کمنٹری جاری رکھی۔ اس نے سواریوں میں کچھ ہلکے کمبل بھی تقسیم کئے تاکہ سرد ہوا کا کچھ مداوا ہو سکے۔ بس جھیل کے ساتھ ساتھ ایک شاہراہ پر رواں دواں تھی۔ دور سمندر میں ایک بڑا جہاز دیکھا جو حامل ہوائی جہاز کہلاتا ہے۔ اپنے ایک طویل رن وے کے دونوں اطراف جنگی جہازوں کی ایک قطار رکھتا ہے۔ ایسے کئی امریکی جہاز دنیا کے کئی سمندری مقامات تک رسائی رکھتے ہیں جہاں اس گرانڈیل بحری سفینہ سے یہ جہاز اڑتے ہیں، اپنے مشن پر روانہ ہوتے ہیں اور پھر دوبارہ وہیں لینڈ کر جاتے ہیں۔ ایسا ہی ایک جہاز آج کل بحر روم میں غزہ کے قریب ، اسرائیل کی پیٹھ تھپکنے کے لئے عفریت کا کردار ادا کر رہا ہے۔

ایک اور بحری جہاز کو بندرگاہ کی زینت بنے دیکھا۔ نام اس کا 'ستارہ ہند' ہے جو اب ایک ریسٹوران کا روپ دھار چکا ہے۔

یہاں سے چونکہ ہوائی اڈہ بہت قریب ہے اس لئے ہمارے سامنے کئی مسافر جہاز لینڈ کرتے یا پرواز کرتے نظر آئے۔ کوئی آدھا گھنٹہ یہ بس کئی موڑ کاٹنے کے بعد وہاں پہنچی جہاں ڈھلان تھی اور اسی ڈھلان سے ہوتی ہوئی وہ پانی میں اُتر آئی اور پھر اس نے ٹائروں کو خیر آباد کہا اور کشتی کی شکل اختیار کر لی۔

اب ہم مزید آدھے پونے گھنٹے کے لئے بحر الکاہل کے ساکن پانی میں داخل ہو چکے تھے اور بالآخر یہ کشتی ایک طویل خشبی پلیٹ فارم کے قریب جا پہنچی، جہاں دریائی بچھڑے یا سمندری شیر کے غول در غول انسانوں کی اس فیاضی سے لطف اندوز ہو رہے تھے جو ان کے لئے استراحت گاہ کی حیثیت رکھتی تھی۔

کشتی اس پلیٹ فارم سے ہوتے ہوئے کچھ آگے گئی اور پھر ایک چکر لگا کر ایک دوسرے پلیٹ فارم کے پاس سے گزری تاکہ کشتی کے دوسری طرف کے مسافر مخلوق کو قریب سے دیکھ سکیں۔

اب ہمارا واپسی کا سفر شروع ہو چکا تھا لیکن پھر کپتان نے کشتی کا رخ دوبارہ پلیٹ فارم کی طرف موڑ دیا۔ معلوم ہوا کہ ایک بچی نے سرد ہوا سے بچنے کے لئے جو ہیٹ پہنا ہوا تھا، ہوا اُسے اڑا کر سمندر کی نذر کر چکی تھی۔

کپتان نے ازراہ کرم اس ہیٹ کو برآمد کرنے کی ایک ناکام کوشش کی لیکن اس ہیٹ کا دُور دُور کوئی پتہ نہ تھا۔ یہ بچی میری اپنی پوتی نورہ ہی تھی جو اپنی والدہ کے ساتھ کھڑکی کے ساتھ والی نشست پر فروزاں تھی۔

واپسی کا سفر بہت سرعت کے ساتھ طے ہو گیا۔ میزبان خاتون کی چرب زبانی جاری رہی وہ اپنی مصروفیات کا بھی ذکر کرتی رہی، کہا کہ اس کرسمس کے موقع پر چاہتی ہوں اپنے خاوند کے ساتھ کچھ وقت فلاں فلاں جگہ کسی سیاحت اور ضیافت میں گزار لوں۔

وھیب سلمہ نے بتایا کہ یہی کہانی وہ ایک دوسرے

موقع پر بھی سن چکے ہیں اور مقصود یہ ہے کہ اُسے ہم لوگوں سے اچھی ٹپ (بخشش) ملے سکے۔

یہ کشتی دوبارہ اس ڈھلان تک پہنچی جہاں اب اس کے ٹائر دوبارہ باہر نکل آئے اور اس نے بس کا پرانا روپ دھار لیا اور اللہ کا شکر ہے کہ ہمیں پیٹھ پیچھے سیڑھی پر اترنے کی نوبت نہیں آئی۔ ہمیں اور ایک دوسرے جوڑے کو لفٹ کے ذریعہ اتار لیا گیا۔

3۔ سان جوان کاپیسٹرانو کا قدیم تاریخی چرچ

ریاست کیلی فورنیا میں عیسائیت کا آغاز کیسے ہوا؟ یہ کہانی ہسپانوی نسل کے پادریوں کی پیہم جدوجہد، اپنے مشن کے لئے جان کھپانے کا عزم، ایک غیر مانوس فضا میں قدم جمانے کی جرأت رندانہ کی روئیداد ہے۔

اگر اس ریاست کے نقشے پر نظر ڈالی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ صرف اس ریاست کا شمال سے جنوب تک پھیلا ہوا ساحل نو سو (900) میل کی طوالت رکھتا ہے ۔ جنوب میں سان ڈیگو ہے کہ جہاں میکسیکو کے ہسپانوی علاقے رومن کیتھولک مشن کا آغاز ہوا۔ اس سارے علاقے میں ریڈ انڈین آباد تھے، مشن کے ساتھ 1769ء میں اسی شہر کی بنیاد پڑی اور پھر چون (54) سال کے عرصے میں شمال کی طرف عیسائیت کے فروغ کا مشن جاری رہا اور پھر سان فرانسسکو یعنی اگلے پانچ سو (500) میل تک ایک کے بعد دوسرا مشن قائم ہوتا رہا کہ جن کی تعداد اکیس (21) بنتی ہے۔

ان میں سے اکثر کا نام کسی نہ کسی مقدس ہستی (SAINT) کے نام سے منسوب ہے جو ہسپانوی زبان میں (SAN) کا روپ دھار لیتا ہے اور اگر وہ ہستی خاتون ہو تو اُسے (SANTA) کا لقب دے دیا جاتا ہے۔

1769ء میں پادری جونی پیرو سرا نے سان ڈی ایگو میں پہلا مشن قائم کیا تھا، یہاں مقامی آبادی یعنی ریڈ انڈین کی طرف سے مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ چرچ تو قائم ہو گیا لیکن چھ (6) سال بعد جلا کر خاک کر دیا گیا اور ان خاک ہو جانے والوں میں پادری اور اس کے دو ساتھی بھی تھے۔ دوبارہ از سرِ نو تعمیر کی گئی۔

ہم خود ایک گھنٹہ کی مسافت پر یعنی لاس انجلیز کے لگ بھگ ساحلی شاہراہ سے سفر کرتے ہوئے سان جُوان CAPISTRANO کے چھوٹے سے قصبے میں پہنچے جہاں یہاں کا سب سے قدیم ترین چرچ واقع ہے اور اپنی وسعت، تاریخ اور حکایت طیور (جس کا ذکر آگے آرہا ہے) کی بنا پر عیسائی دنیا کے لئے مرجع خلائق ہے۔ یہ چرچ ایک اطالوی پادری سینٹ جان کپسٹرانو کے نام سے منسوب ہے۔

مشن کا قیام 1776ء میں عمل میں لایا گیا تھا اور چرچ کی گرانڈیل عمارت 1797ء سے 1806ء کے درمیان تعمیر ہو چکی تھی لیکن پھر چھ سال بعد یعنی 1812ء میں ایک مہیب زلزلے کے باعث عمارت کا اکثر حصہ زمین بوس ہو گیا۔ اس عظیم سنگی شاہکار کا وہ حصہ جو محرابی شکل کا ہے، گرنے سے بچ گیا جسے ویسے ہی چھوڑ دیا گیا لیکن بعد ازاں اس کے بغل میں ایک نیا چرچ تعمیر کر لیا گیا، جو اب تک قابل استعمال ہے۔

موجودہ چرچ کی دیوار اس مستطیل احاطے کا ایک حصہ ہے جس کے تین اطراف میں چھوٹے بڑے حجروں کی ایک کثیر تعداد موجود ہے جو مختلف مقاصد کے لئے استعمال ہوتے رہے ہیں اور انہیں ان فوجی حضرات کی رہائش گاہ بھی شامل ہے جو اپنی سروس پوری کرنے کے بعد عوام کے رحم و کرم پر چھوڑ دیے جاتے تھے، چرچ نے انہیں پناہ دے کر سر چھپانے کی جگہ عطا کی۔

احاطہ کے وسط میں ایک فوارہ ہے اور چاروں طرف ایک باغ کے قطعات ہیں اور پھر احاطے کے ساتھ چلتے جائیں تو ایک کونے میں چند قدم نیچے اترنے کے بعد ایک بڑے مطبخ کے آثار ملتے ہیں جہاں چرچ کے زائرین، پناہ گزین اور غربا کے لئے کھانا پکایا جاتا تھا۔ اس مطبخ کے عقب میں وہ زراعتی زمین ہے جہاں سبزیوں، ترکاریوں کی بیلیں اور پھلوں کے درخت ہیں جو دستر خوان کی زینت بنتے رہے ہیں۔

اس سیاحتی مقام میں داخلے کی فیس مقرر ہے، ہر زائر کو موبائل کی مانند ایک آلہ تھما دیا جاتا ہے۔ آپ نقشے کے مطابق ہر قابل دید جگہ پر دیے گئے نمبر کو دبائیں تو بزبان انگریزی اس کی پوری تاریخ آپ کے گوش گزار کر دی جائے گی۔

'حکایت طیور' فادر سنیٹ جان او سلی وان (1933ء) نے اپنی کتاب میں یوں بیان کی ہے کہ ہر سال 19 مارچ (سینٹ جوزف ڈے) کے موقع پر ایک خاص قسم کی چڑیا (SWALLOWS) کے جُھنڈ کے جُھنڈ اس علاقے کا رخ کرتے ہیں۔ یہ ایک چھوٹا سا پرندہ ہے جو نیلگوں رنگ، گلا سرخ اور لمبی دُم رکھتا ہے، اسے کیچڑ کا پرندہ بھی کہا گیا ہے۔ شمالی کرہ ارض کے گرم علاقوں میں بسیرا رکھتے ہیں اور موسم سرما میں جنوب کی طرف ہجرت کر جاتے ہیں۔ مارچ اپریل میں ان کی آمد ہے اور اکتوبر تک واپسی۔

سینٹ جان کا کہنا ہے کہ انہوں نے ایک دن ایک دکاندار کو دیکھا جو دکان کے چھتے پر موجود ایک گھونسلے کو اپنی جھاڑو سے روندنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پادری نے اعتراض کیا تو بولا کہ یہ کیچڑ آلود پرندے میری دکان کو خراب کر رہے ہیں، اس لیے انہیں صاف کر رہا ہوں۔ پادری نے کہا: تو پھر وہ آخر کہاں جائیں؟

دکاندار نے کہا: میری بلا سے کہیں بھی جائیں!!

پادری نے باواز بلند کہا: اے میرے پرندو! میرا چرچ حاضر ہے، وہ تمہیں پناہ دے گا، وہاں تم سب کے لئے

کافی جگہ ہے۔

اور اگلے دن پادری نے دیکھا کہ چرچ کی دیوار کے جھروکوں میں یہ پرندے اپنا اپنا گھونسلہ بنانے میں مصروف تھے۔ پھر یہ بات زبان زد عام ہو گئی کہ ہر سال 19 مارچ کے لگ بھگ ان پرندوں کا ورود نامسعود ہوتا ہے۔

ایک شاعر کا اس مناسبت سے یہ گیت بہت مقبول ہوا ہے:

"WHEN THE SWALLOWS COME BACK TO CAPISTRANO"!

یہاں اتنا تو معلوم ہوا کہ روایات کیسے پروان چڑھتی ہیں لیکن کیا اب تک یہ روایت قائم ہے؟

خود عیسائی مؤرخین کہتے ہیں کہ 1990ء میں اس چرچ کی تعمیر نو کے بعد یہ گھونسلے ہٹا دیے گئے تھے جس کے ساتھ اس روایت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ کیلے فورنیا زلزلوں کی سرزمین ہے، ان اکیس مشن کی عمارتوں میں کئی عمارات زلزلوں کا شکار ہوئیں۔ ایک زلزلے میں تو چرچ میں موجود چالیس ریڈ انڈین ہلاک ہو گئے تھے۔

تاریخی اعتبار سے ملاحظہ ہو کہ 1834ء میں میکسیکو کی طرف سے ہسپانوی غلبے کو ختم کر دیا گیا تھا اور تمام پادریوں کو واپس چلے آنے پر مجبور کر دیا گیا تھا لیکن 1850ء میں یہ علاقہ امریکہ کی ابھرتی ہوئی نئی سلطنت نے فتح کر لیا تھا اور دوبارہ پادریوں کو اپنی سرگرمیاں شروع کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔

سان جوان مشن 1776ء میں قائم ہوا تھا۔ یہ سال اس لحاظ سے بڑا اہم ہے کہ یہ وہ سال ہے کہ جس میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ، برطانوی استعمار سے آزاد ہونے کا اعلان کر رہا تھا۔ اور اسی سال امریکہ کے اس دور افتادہ مغربی خطے میں عیسائیت کی ترویج کے لئے چند باہمت، مستقل مزاج پادریوں نے اس سنگلاخ اور غیر موافق علاقے میں اپنے دین کی ترویج کے لئے دن رات ایک کر دیا تھا، ہر پادری سے ایک داستان وابستہ ہے، دنیا میں انسان کو اپنی محنت کا پھل ملتا ہے اور یقیناً دنیوی اعتبار سے یہ لوگ اپنے مشن میں کامیاب رہے۔

وہ امریکہ جسے بقول محققین دیار غرب کو طبس نے 1492ء (یعنی غرناطہ کی مسلم حکومت کا سال زوال) کے بعد دریافت کیا تھا، وہ دراصل جزائر غرب الہند (WEST INDEAS) کے جزیرہ بار بے ڈوس" تک پہنچا تھا، لیکن اس کی یہ دریافت یورپ کے مہم پسند جنگجوؤں، مذہبی منافرت کے مارے پروٹسٹنٹ مہاجروں اور نئی دنیا میں اپنے بہتر مستقبل کی امید رکھے مفلس خاندانوں کو امریکہ کے مشرقی ساحل تک پہنچنے کی تگ و دو کا راستہ مہیا کرتی گئی۔

امریکہ کی سیاسی اور مذہبی تاریخ ایک الگ موضوع ہے، جس پر آئندہ گفتگو رہے گی۔

یہاں اتنا ذکر کافی ہے کہ یورپین اقوام جن میں انگریز، فرانسیسی، ولندیزی، ہسپانوی، جرمن، آئرش سبھی شامل ہیں، اپنے اپنے مقاصد کی تکمیل کی خاطر امریکہ میں آباد ہوتے گئے۔ لاطینی یعنی جنوبی امریکہ اسپین کے زیر اثر رہا وہاں ہسپانوی طالع آزماؤں کے جلو میں رومن کیتھولک پادریوں نے عیسائیت کی تبلیغ کی۔ ان میں سے کچھ افراد نے شمالی امریکہ کا بھی رخ کیا اور وہ امریکہ کے مشرقی ساحل یعنی فلوریڈا میں سولہویں صدی کے اوائل میں پہنچ چکے تھے اور جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ جہاں تک مغربی ساحل کا تعلق ہے تو وہاں اٹھارویں صدی تک وہ اپنے قدم جمانے میں کامیاب ہو سکے تھے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جن ہمت کے جیالوں نے سیاسی میدان ان کو اپنی ترکتازیوں کو جولان گاہ بنایا وہ بالآخر 1776 میں تاج برطانیہ سے علیحدہ ہو کر اپنا اعلان آزادی کرنے اور تیرہ ریاستوں کی یونین بنانے میں کامیاب ہو گئے اور پھر اگلے سات سال انگریزوں سے مستقل محاذ آرائی کے بعد انگریزی استعمار کو گھر بھجوانے میں سرخرو ہو گئے۔ شمال کی سات اور جنوب کی چھ (6) ریاستوں کے اتحاد کی شکل میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی خشت اول نے جنم لیا اور پھر اگلے دو سو سالوں میں اس نے پچاس ریاستوں کے اتحاد کی شکل میں ایک سپر پاور کی حیثیت اختیار کر لی۔

انہی مہم جوؤں میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ مشن سے وابستہ افراد بھی تھے جنہوں نے اس پورے براعظم بشمول کینیڈا کو عیسائیت سے روشناس کروایا۔ امریکی فاتح قوم کا افریقہ سے لائے گئے غلاموں اور مقامی ریڈ انڈین باشندوں کے ساتھ جو غیر منصفانہ بلکہ جابرانہ سلوک جاری رہا وہ امریکہ کی تاریخ کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ لگا چکا ہے۔ گو ابراہام لنکن اور اس کے ہم نوا قائدین نے غلامی کو نیست و نابود کرنے اور انہیں مساویانہ حقوق دینے کی جدوجہد میں ایک تاریخی کردار ادا کیا لیکن امریکی طبائع میں جو کبر، نخوت اور احساس برتری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، آزادی کے ڈھائی سو سال کے بعد بھی دنیا کے مختلف خطوں میں جنگیں بھڑکانے اور ناپسندیدہ عناصر کی نسل کشی کے روپ میں اب تک جاری ہے، جس کی ایک ہولناک شکل اب مظلوم فلسطینیوں کی مدد کے بجائے اُس ظالم، نسل پرست اور دشمن انسانیت قابضانہ حکومت کا ساتھ دیتا ہے جو اس کے اپنے اعلان آزادی، حقوق انسانیت کے منشور اور جمہوریت اور مساوات کے اصولوں کی پاسداری کی مکمل نفی کرتا ہے۔

بہرحال یہ اصول تو طے ہو گیا کہ اس عالم رنگ و بو میں ہر انسان اور ہر قوم کو اپنی محنت کا پھل ملتا ہے۔

موجودہ امریکہ میں یورپین اقوام کے ساتھ ساتھ عرب اور غیر عرب مسلمانوں کی ہجرت، مساجد اور اسلامی مراکز قائم کرنے میں ان کی جدوجہد، اس براعظم کے خدوخال کو نکھارنے کا باعث بن رہی ہے اور اللہ سے امید ہے کہ کلمہ گو حضرات کو بھی اپنی محنت کا پھل ملتا رہے گا۔ (جاری ہے)



مجلس نشیں اور صحبت نشیں کون ہو؟

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّمَا مَثَلُ جَلِيسِ الصَّالِحِ وَجَلِيسِ السُّوءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيرِ، فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً، وَنَافِخُ الْكِيرِ إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا خَبِيثَةً.»(صحيح بخاری، كتاب البيوع، باب في العطار وبيع المسك:2101-صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب استحباب مجالسة الصالحين، ومجانبة قرناء السوء: 2628)

”نیک ہم نشین کی مثال اور برے ہم نشین کی مثال کستوری اٹھانے والے اور بھٹی دھونکنے والے کے مثل ہے۔ سو جو کستوری اٹھانے والا ہے وہ یا تو تجھے دے دے گا، یا تُو اس سے اس سے خرید لے گا اور یا تُو اس سے اچھی خوشبو ہی پالے گا اور جو بھٹی دھونکنے والا ہے وہ یا تو تیرے کپڑے جلادے گا، یا پھر تُو اس سے بدبُو ہی پائے گا۔“

اسی طرح اچھے شخص کی صحبت سے اس سے کچھ نہ کچھ فائدہ ہی حاصل ہوگا، یا تو وہ خود کوئی فائدے کی بات بتادے گا، اگر وہ خود نہیں بتاتا تو تم اس سے پوچھ سکتے ہو، اور اگر یہ دونوں ہی نہ ہوں تو کم از کم اس کی صحبت کے اثر سے ہی تم اچھی عادات وخصائل اپنالوگے، اور اس کے برعکس بُرا صحبت نشین ہے، وہ جب بھی کوئی بات بتائے گا تو بے فائدہ اور نقصان کی بات ہی بتائے گا اور اگر وہ کچھ نہ بھی بتائے تو اس سے کسی طور بھی چنداں کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا بلکہ اس کی صحبت کے اثر سے تم بھی بری عادات وخصائل کے حامل ہو جاؤ گے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«الْمَرْءُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ، فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ»(سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب من يؤمر أن يجالس: 4833-سنن ترمذى، أبواب الزهد، باب منه: 2378-مسند أحمد:334/2-سلسلة الأحاديث الصحيحة: 927)

”آدمی اپنے دوست کے دِین پر ہی ہوتا ہے، سو تم میں سے (ہر) شخص کو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ کسے دوست بناتا ہے۔“

آدمی کے دوستوں کو دیکھ کر ہی اس کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ کیسے کردار وسیرت کا حامل ہے، کیونکہ انسان اپنے دوستوں کے دِین یعنی طور وطرز اور انہی کے طریق ونہج پر ہوتا ہے، اس لیے کسی کو اپنا دوست بنانے سے پہلے اس کے جمیع امور وخصائل کو بہ خوبی ملاحظہ کرنا چاہیے تاکہ اُس کے درست نہ ہونے پر اِس کا شمار بھی اسی کے ساتھ نہ کیا جانے لگے۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تُصَاحِبْ إِلَّا مُؤْمِنًا، وَلَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيٌّ»(سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب من يؤمر أن يجالس: 4832-سنن ترمذى، أبواب الزهد، باب ما جاء في صحبة المؤمن: 2395-صحيح الجامع للألباني:7341)

”تو صرف مومن شخص کو ہی اپنا ساتھی بنا اور تیرا کھانا صرف متقی شخص ہی کھائے۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«الْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ، فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ، وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ»

(صحيح بخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، باب الأرواح جنود مجندة:3336-صحيح مسلم، كتاب البروالصلة، باب الأرواح جنود مجندة: 2638)

”رُوحوں کے لشکر کے لشکر الگ الگ ہیں، سو جو (عالمِ ارواح میں) ایک دوسرے سے متعارف تھیں (دنیا میں آکر) ان میں محبت ہوگئی، اور جو وہاں ایک دوسرے سے ناواقف تھیں، ان (کا دنیا) میں بھی اختلاف ہی رہا۔“

یہ محبت اور اختلاف روحانی مناسبت سے ہے، اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ جب عالمِ ارواح میں رُوحوں کے لشکر موجود تھے تو جو رُوحیں دنیا میں آنے سے پہلے وہاں ایک دوسرے سے متعارف ہو گئیں تھیں، دنیا میں آکر ان کی باہم محبت ہوگئی، لیکن جن کا وہاں آپس میں مزاج نہ مل سکا وہ دنیا میں آکر بھی ایک دوسرے کے مخالف ہی رہیں۔ مثال کے طور پر نیک شخص کا مزاج نیک سے ہی ملتا ہے اور اسی کو اپنا صحبت نشیں اور مجلس نشیں بنائے گا، اسی طرح بُرے شخص کی عادات بُرے سے ہی میل کھاتی ہیں اور وہ اسی سے ہی میل جول رکھے گا، اور ان دونوں طرح کے یعنی نیک اور بُرے لوگوں کا آپس میں چنداں مزاج نہیں ملتا اور نہ ہی ان کی عادات وخصائل میں کچھ مماثلت ہے، اس لیے یہ عالمِ ارواح میں بھی ایک دوسرے سے مانوس نہ ہو سکیں اور دنیا میں آکر بھی ان کا آپس میں اختلاف ہی رہا۔

گمراہی کے خدشے کی صورت میں گوشہ نشینی

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ؟» قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ: فَأَعَادَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! مَنْ جَاهَدَ بِمَالِهِ وَنَفْسِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ، قَالَ: «ثُمَّ مَنْ؟» قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: «ثُمَّ مُؤْمِنٌ يَعْتَزِلُ فِي شِعْبٍ يَتَّقِي رَبَّهُ، وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهِ.»

(صحيح بخاری، كتاب الجهادوالسير، باب أفضل الناس مؤمن مجاهد بنفسه وماله في سبيل الله: 2786-صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الجهاد والرباط: 1888)

"لوگوں میں سے زیادہ فضیلت کا حامل کون شخص ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اوراس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ بار باریہی فرمایاتوصحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: جوراہِ خدامیں اپنے مال اور اپنی جان کے ساتھ جہاد کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر کون؟ صحابہ رضی اللہ عنہم عرض گزار ہوئے کہ اللہ اوراس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جوکسی گھاٹی میں علیحدگی اختیار کرلے، اپنے رب سے ڈرتاہواورلوگوں کواپنی برائی(سے بچانے کے لیے)چھوڑدے۔"

رہبانیت اور گوشہ نشینی ویسے تواسلام کی نظرمیں ناجائزہے لیکن اگرلوگوں کے ساتھ رہنے سے دِین کو نقصان پہنچتاہواوروہ تعبدی امور کوبجانہ لاسکتاہو یاپھر اس کی وجہ سے لوگوں کوضرر پہنچتاہوتوپھر گوشہ نشینی اختیار کرناافضل ہے، لیکن اگراس کالوگوں کے ساتھ مل جل کررہنالوگوں کے حق میں مفیدہو، ان کی اصلاح وتربیت کاباعث ہو اور وہ لوگوں کے مصائب پرصبر بھی کرسکتاہو تو ایسی صورت میں لوگوں کے ساتھ مل جل کررہناہی افضل ہے اس صورت میں گوشہ نشینی اختیار کرناجائزنہیں ہے۔

سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«النَّاسُ كَالْإِبِلِ الْمِائَةِ لَا يَجِدُ الرَّجُلُ فِيهَا رَاحِلَةً»(صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب قوله ﷺ: «الناس كإبل مائة لا تجد فيها راحلة»: 2547-مسند أحمد: 109/2)

"لوگ ایسے ہوجائیں گے جیسے سواونٹوں میں سواری کے قابل ایک اونٹ بھی نہیں ہوتا۔"

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنیٰ یوں کیاگیا ہے کہ لوگ احکامِ دین میں برابر ہوجائیں گے، کسی صاحبِ حیثیت کوعام شخص پرچنداں فضیلت نہیں ہو گی۔ "سواونٹوں کی طرح ہوجائیں گے جن میں کوئی سواری کااونٹ نہیں ہوگا" اس میں مذکورلفظ رَاحِلَةٌ اس چیزپر دلالت کرتاہے جو کُوچ کرجاتی ہے، اوراس کامطلب یہ ہواکہ اکثرلوگ ردّی ہوں گے، لہٰذاتُوان کی صحبت میں زیادہ مت رہ، اورلوگوں میں سے اہلِ فضل(نیکوکارلوگ)ہی انجام کاقصدکریں گے لیکن ان کی تعداد بہت تھوڑی ہوگی (ایسے ہی) جیسے بوجھ اٹھانے والے اونٹوں میں (تھوڑے سے) سواری کے قابل اونٹ ہوتے تھے۔

سیدنامرداس اسلمی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«يَذْهَبُ الصَّالِحُونَ الْأَوَّلُ فَالْأَوَّلُ، وَيَبْقَى حُفَالَةٌ مِثْلُ حُفَالَةِ الشَّعِيرِ أَوِ التَّمْرِ لَا يُبَالِيهِمُ اللهُ بَالًا»

(صحيح بخاری، كتاب الرقاق، باب ذهاب الصالحين: 6434-مسند أحمد: 193/4)

"نیک لوگ ایک ایک کرکے (دنیاسے) چلے جائیں گے اور ان کے بعد جَو یا کھجور کے بھوسے کے مثل لوگ باقی رہ جائیں گے، اللہ تعالیٰ کوان کی چنداں پرواہ نہیں ہوگی۔"

حُفَالَةٌ کامطلب ہے کسی بھی چیز کاباقی بچ جانے والا ناکارہ اور خراب حصہ، جسے ہم بھوسہ یا تلچھٹ کہتے ہیں۔ توگویادنیاکے بہترین لوگ اللہ تعالیٰ کے نیکوکار بندے ہیں اوران کے دنیاسے گزرجانے کے بعد باقی سب ناکارہ لوگ ہی رہ جائیں گے، جن کا ہونا یا نہ ہونااللہ تعالیٰ کی نظرمیں برابرہے۔

سرگوشی کی ممانعت

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا كُنْتُمْ ثَلَاثَةً فَلَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُونَ صَاحِبِهِمَا، فَإِنَّ ذَلِكَ يُحْزِنُهُ.» وَرَوَاهُ مَنْصُورٌ، عَنْ شَقِيقٍ بِمَعْنَاهُ، وَزَادَ: «حَتَّى يَخْتَلِطُوا بِالنَّاسِ.»

(صحيح بخاری، كتاب الإستئذان، باب إذا كانوا أكثر من ثلاثة فلا بأس بالمسارة والمناجاة: 6290-صحيح مسلم، كتاب السلام، باب تحريم مناجاة الاثنين دون الثالث بغير رضاه: 2184)

"جب تم تین لوگ ہو تو دو آدمی اپنے (تیسرے) ساتھی کو چھوڑکر آپس میں سرگوشی نہ کریں، کیونکہ یہ بات اس (تیسرے) شخص کو پریشان کرے گی۔ اور ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ (وہ دونوں تب تک سرگوشی نہ کریں) جب تک کہ وہ لوگوں میں گھل مل نہیں جاتے۔"

اس حدیثِ مبارکہ میں یہ بیان ہوا ہے کہ اگر ایک جگہ پر تین لوگ موجود ہوں تو ان میں سے دولوگوں کو آپس میں سرگوشی نہیں کرنی چاہیے۔ اس ممانعت کی وجہ یہ خدشہ ہے کہ اس تیسرے شخص کے دل میں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ شاید انہوں نے میرے بارے میں کوئی بات کی ہو جو مجھ سے چھپائی ہے۔ یہ خیال اسے پریشان کرسکتاہے اور کسی مسلمان کوپریشان کرنابجائے خود ایک گناہ ہے۔

بہ وجہ تکریم کھڑے ہونے کا جواز

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی توبہ والی حدیث میں ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو کہا:

فَتَلَقَّانِي النَّاسُ فَوْجًا فَوْجًا يُهَنِّئُونِي بِالتَّوْبَةِ، حَتَّى دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ، فَقَامَ إِلَيَّ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ يُهَرْوِلُ حَتَّى صَافَحَنِي وَهَنَّأَنِي، فَمَا قَامَ إِلَيَّ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ غَيْرُهُ، وَلَا أَنْسَاهَا لِطَلْحَةَ .

(صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالك، وقول الله عزوجل: ﴿وعلى الثلاثة الذين خلفوا﴾: 4418-صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب حديث توبة كعب بن مالك وصاحبيه: 2769)

”لوگ مجھے فوج در فوج ملے اور وہ معافی کی مبارکباد دے رہے تھے، جب میں مسجد میں داخل ہوا تو طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ لپک کر آئے اور مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارکباد دی، مہاجرین میں سے ان کے علاوہ کوئی شخص اُٹھ کر میری طرف نہیں آیا، اور میں سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کی اس بات کو کبھی نہیں بھول سکوں گا۔“

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

لَمَّا نَزَلَتْ بَنُو قُرَيْظَةَ عَلَى حُكْمِ سَعْدٍ بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِ وَكَانَ قَرِيبًا، فَجَاءَ عَلَى حِمَارٍ، فَلَمَّا دَنَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ.»(صحیح بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب مناقب سعد بن معاذ رضي الله عنه: 3804-صحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب جواز قتال من نقض العهد، وجواز إنزال أهل الحصن على حكم حاكم عدل أهل للحكم: 1768)

”جب (یہودیوں کے قبیلہ) بنو قریظہ نے سعد رضی اللہ عنہ کے حکم پر ہتھیار ڈال دیے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف (آدمی) بھیجا، وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے، جب پاس آ گئے تو نبی ﷺ نے فرمایا: اپنے سردار کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔“

شعبہ بیان کرتے ہیں کہ

فَلَمَّا دَنَا قَرِيبًا مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِلْأَنْصَارِ: «قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ، أَوْ خَيْرِكُمْ»

”جب وہ مسجد کے قریب آ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے انصار سے فرمایا: اپنے سردار، یا (فرمایا:) اپنے بہترین شخص کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔“

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

أَنَّهَا كَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ قَامَ إِلَيْهَا، فَأَخَذَ بِيَدِهَا فَقَبَّلَهَا وَأَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهِ، وَكَانَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ إِلَيْهِ فَأَخَذَتْ بِيَدِهِ فَقَبَّلَتْهُ وَأَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا. (سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب ما جاء في القيام: 5217)

”جب وہ نبی ﷺ کے پاس آتیں تو آپ ﷺ ان کے استقبال میں کھڑے ہو جاتے، ان کا ہاتھ پکڑ کر اسے چومتے اور انہیں اپنی نشست پر بٹھاتے اور جب آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لاتے تو وہ آپ ﷺ کے استقبال میں کھڑی ہو جاتیں، آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر چومتیں اور آپ ﷺ کو اپنی نشست پر بٹھاتیں۔“

طارق بن عبد الرحمان احمسی بیان کرتے ہیں کہ

كُنَّا جُلُوسًا عَلَى بَابِ الشَّعْبِيِّ إِذْ جَاءَ جَرِيرُ بْنُ يَزِيدَ بْنِ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْبَجَلِيُّ قَالَ: فَدَعَا الشَّعْبِيُّ لَهُ بِوِسَادَةٍ، فَقُلْنَا لَهُ: يَا أَبَا عَمْرٍو حَوْلَكَ أَشْيَاخٌ وَقَدْ جَاءَ هٰذَا الْغُلَامُ فَدَعَوْتَ لَهُ بِوِسَادَةٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَلْقَى لِجَدِّهِ وِسَادَةً، وَقَالَ: «إِذَا أَتَاكُمْ كَرِيمُ قَوْمٍ فَأَكْرِمُوهُ.»

(سلسلة الأحاديث الصحيحة:1205)

”ہم شعبی رحمہ اللہ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ جریر بن یزید بن جریر بن عبد اللہ تشریف لائے، امام شعبی رحمہ اللہ نے ان کے لیے تکیہ منگوایا، ہم نے ان سے عرض کیا: اے ابو عمرو! آپ کے ارد گرد بزرگ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں مگر جو نہی یہ لڑکا آیا ہے آپ نے اس کے لیے تکیہ منگوالیا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، یقیناً رسول اللہ ﷺ نے اپنے جدِّ امجد کے لیے تکیہ رکھا تھا اور فرمایا کہ جب تمہارے پاس قوم کا معزز شخص آئے تو اس کی عزت کیا کرو۔“

کسی معزز شخص کے استقبال میں کھڑے ہونے کی مذکورہ تمام احادیث ایسی صورت کے بارے میں ہیں کہ وہ شخص خود یہ پسند نہ کرتا ہو کہ جب وہ آئے تو لوگ اس کے لیے کھڑے ہوں، اور اگر کوئی شخص اپنے لیے ایسا اکرام خود پسند کرتا ہو، جیسا کہ ہمارے حکام یا انکساری سے عاری امراء طبقہ، تو ایسے شخص کے بارے میں شدید وعید وارد ہوئی ہے جو آئندہ حدیث میں مذکور ہے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَمْثُلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ»

(سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في قيام الرجل للرجل: 5229-سنن ترمذی، أبواب الأدب، باب ما جاء في كراهية قيام الرجل للرجل: 2755-مسند أحمد:91/4-سلسلة الأحاديث الصحيحة:357)

”جو شخص یہ پسند کرے کہ لوگ اس کے لیے کھڑے رہیں تو اسے اپنا ٹھکانہ (جہنم کی) آگ میں بنا لینا چاہیے۔“

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ وعید اس صورت میں ہے کہ جس کے لیے کھڑا ہوا جائے وہ خود اس بات کا حکم دے کہ لوگ اس کی آمد پر اس کے استقبال میں کھڑے ہوں اور تکبر وبڑائی کی بناء پر ان پر اس بات کو لازمی کر دے اور پھر جب وہ بیٹھ جائے تو لوگ اس کے سامنے سیدھے کھڑے رہیں، یعنی وہ انہیں بیٹھنے کو نہ کہے بلکہ ان کا کھڑے رہنا اسے اچھا لگتا ہو۔

☆☆☆



نزیل مدینہ ڈاکٹر ف عبد الرحیم رحمہ اللہ

ڈاکٹر صہیب حسن (لندن)

آج ف عبد الرحیم کی یاد میں راہوارِ قلم کو مہمیز لگائی ہے تو معلوم ہوا کہ اس ہمہ گیر شخصیت کو جتنا میں نے ان کے چلے جانے کے بعد جانا ہے، اتنا تو پہلے کبھی نہ جانا تھا۔ 1969ء میں وہ ام درمان اور خرطوم کی جامعات میں تین سال گزارنے کے بعد شیخ ابن باز رحمہ اللہ کی دعوت پر مدینہ تشریف لے آئے تھے اور میں دو سال قبل یعنی 1967ء کے اوائل میں جامعہ اسلامیہ مدینہ سے فراغت کے بعد نیروبی سدھار چکا تھا، اس لیے ان سے تعارف حاصل ہوتے ہوتے مدت گزر گئی لیکن بعد ازاں جب کبھی متبدئین کو عربی زبان پڑھانے کا آغاز کیا تو ایک کتاب کے سراپے نے گھیرے رکھا اور وہ تھی ف عبد الرحیم کی مایہ ناز تصنیف 'دروس اللغۃ العربیۃ لغیر الناطقین بہا'

تین اجزاء پر مشتمل اس کتاب نے اتنا عروج حاصل کیا کہ اکثر غیر عربی ممالک کے مدارس اور معاہد میں اس نے اپنا بسیرا جا بسایا یا بلکہ یوں کہیے کہ ڈنکا جا بجایا۔

میری بارہا مدینہ حاضری ہوتی رہی، تعارف کی راہ نکل آئی۔ والد محترم مولانا عبدالغفار حسن مدینہ منورہ میں 1980ء تک بحیثیت استاد حدیث اور اصول حدیث درس و تدریس میں مصروف رہے، ف عبدالرحیم سے ان کے گہرے مراسم تھے، اس لیے ان سے ملاقات کی سبیل بھی پیدا ہوتی رہی۔

جو طلبہ میرے تعارفی خط (تزکیہ) کے ساتھ مدینہ منورہ جاتے رہے، ان سے ڈاکٹر ف عبد الرحیم کی شفقت اور عنایت کے چرچے سنتا رہا۔ پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ جامعہ میں 26 سال کی تدریس کے بعد وہ جامعہ ہی سے متصل شاہ فہد کمپلیکس کی نذر ہو چکے ہیں جہاں انہیں معانی قرآن پر مشتمل مختلف تراجم پر نظر ثانی کے بعد ان کی طباعت کا شرف حاصل ہوتا رہے گا۔ وہ یقیناً اس عظیم کام کے لیے اہل ترین شخص تھے کہ

جنہیں نہ صرف عربی، اردو، انگریزی بلکہ کئی دوسری مشرقی و مغربی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔

یہ فروری 2017ء کی ایک شام تھی، میں نے حجاز آمد کے بعد عمرہ کی ادائیگی کے بعد مدینہ کا قصد کیا۔ برادرم ضیاء الرحمٰن اعظمی نے گھر پر مدعو کر رکھا تھا۔ بتایا کہ ف عبد الرحیم بھی ان کی وسیع و عریض کوٹھی کے ایک گوشے میں کرایہ دار کی حیثیت سے مقیم ہیں اور کھانے پر حاضر رہیں گے۔ یہ وہ پہلا اور آخری موقع تھا کہ جب ہمیں ایک دوسرے کو مزید جاننے کا موقع ملا۔ انہوں نے ازراہِ کرم اپنی ایک تازہ تالیف بعنوان 'پردہ اٹھا دوں اگر چہرہ الفاظ سے۔۔۔' ہدیۃً عنایت فرمائی اور پھر یہ عقد کھلا کہ گو ان کا تعلق ہندوستان کی ریاست تامل ناڈو سے ہے لیکن اردو زبان کا فسوں ایک مدراسی صاحب علم کو بھی ویسے ہی اسیر کیے ہوئے ہے جیسے ذوق اور غالب کے ہم وطنوں کو۔

اور پھر اس کتاب سے یہ راز بھی افشاں ہوا کہ ان کے نام کا سابقہ 'ف' دراصل انگریزی "V" کا متبادل ہے اور "V" سے مراد ان کی جائے پیدائش 'وامباڑی' کے پہلے حرف سے ہے اور یہ اس لیے کہ مدراسی روایات کے مطابق وہاں کے باسی اپنی شناخت کے لیے اپنے نام کے ساتھ اپنے وطن کے نام کے چند الفاظ لگانا پسند کرتے ہیں اور پھر انگریزی کا "V" ف کے روپ میں سما گیا۔ اب ان کی وفات کے بعد ان کے حالات زندگی کا مطالعہ کیا تو ان کی سحر انگیز شخصیت پر چھائے پردے سمٹنے شروع ہو گئے۔

انہوں نے مدراس یونیورسٹی سے انگریزی زبان اور لٹریچر میں ڈگری حاصل کی، علی گڑھ یونیورسٹی سے عربی میں ایم اے کیا۔ ماہر لسانیات کی حیثیت سے صدارتی ایوارڈ پایا، عربی زبان کی کشش انہیں دیار نیل لے گئی۔

الازہر میں داخلہ کیسے ملا، اس کی سرگزشت ان کے ایک شناسا، ڈاکٹر خلیل تماندار (کینیڈا)، ان الفاظ میں لکھتے ہیں کہ

جب انہیں کسی عرب ملک میں عربی کی تعلیم حاصل کرنے کا شوق سمایا تو 1963ء میں عید الفطر کی مناسبت سے انہوں نے مصر کے صدر کرنل جمال عبد الناصر کو پیغام تہنیت بھیجا جس میں انہوں نے الازہر میں اپنی عربی تعلیم مکمل کرنے کے اشتیاق کا اظہار کیا۔ یہ مبارکباد ایسی نہیں تھی کہ

اسے یاد رکھا جاتا لہٰذا اسے بھیج کر وہ بھول گئے لیکن آپ کو اچانک دو ہفتے کے بعد مصر کے نائب صدر حسین الشافعی کا ایک جواب موصول ہوا جس میں آپ کو مصری سفارت خانے میں اپنی تعلیمی اسناد اور کاغذات پیش کرنے کو کہا گیا۔ آپ نے ضروری سفر کی کاروائی کی اور جنوری 1964ء میں ازہر شریف میں تعلیم کا آغاز کر دیا۔ چونکہ اس وقت تک علی گڑھ یونیورسٹی کی اسانید کا یہاں اعتراف نہیں ہوا تھا لہٰذا آپ کا داخلہ اہلیتی امتحان لے کر کیا گیا۔

انہوں نے ڈاکٹریٹ کے لیے عربی زبان میں غیر عربی الفاظ وتراکیب کی آمیزش کا عنوان چنا اور اس موضوع پر تحقیق کا حق ادا کرتے ہوئے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی اور پھر اسی موضوع پر متعدد کتب بھی تصنیف کر ڈالیں۔ انہوں نے صرف لسانیات بلکہ تفسیر قرآن، شرح احادیث اور تاریخ وسیرت کو بھی اپنا موضوع بنایا۔

مقصد صرف یہی تھا کہ عربی زبان کی تحصیل کے لیے ان بابرکت نصوص کا سہارا لیا جائے۔ کل 41 تصنیفات میں سے 24 بزبان عربی، 14 بزبان انگریزی اور 3 بزبان اردو، فہرستِ تالیفات میں نمایاں ہیں۔ دروس ومقالات کا سلسلہ اپنی جگہ پر ہے، ان کی تالیف کردہ واحد اردو کتاب جو میری لائبریری کی زینت بنی وُہی کتاب ہے جو انہوں نے مجھے تحفۃً عنایت کی تھی۔ جی چاہتا ہے کہ اس کے چند اقتباسات نقل کرتا چلوں کہ ان سے ف عبد الرحیم کی لغت شناسی، بحرلسانیات میں ان کی غواصی اور پھر اپنے چنیدہ موتیوں کی کوکھ سے برآمد نکتہ رسی، علم ومعرفت کے ساتھ ساتھ ایک پیغام کی خبر بھی لاتی ہے۔

پانچ الفاظ کو منتخب کیا ہے جن کی اصل اور نسل کو ڈاکٹر صاحب نے بڑی عمدگی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

اندلس: یہ بہت ہی خوبصورت لفظ ہے اور اس ملک سے مسلمانوں کی شاندار تاریخ وابستہ ہے۔ عہد اسلامی کا اندلس تہذیب وتمدن کا گہوارہ، علم وفن کا مرکز اور معارف وحکمت کا منبع بنا ہوا تھا۔

لیکن لغوی اعتبار سے اس لفظ کی تاریخ لوٹ مار، غارتگری، تہذیب وتمدن کی تباہی کی مترادف رہی ہے۔

چوتھی اور پانچویں صدی عیسوی میں جرمنی کے شمالی مشرقی علاقے سے ایک قوم اٹھی۔ اس نے مغربی یورپ پر حملہ کیا اور قتل وغارت کا بازار گرم رکھا۔ 455ء میں اٹلی کے شہر روم (Rome) کو تاخت وتاراج کیا، وہاں کے گرجا گھروں کو مسمار کیا۔ اس قوم کا نام ونڈل (Vandals) ہے، اسی لفظ سے انگریزی اور دوسری یورپی زبانوں میں (Vandalism) کا لفظ آیا ہے جس کے معنیٰ ہیں: علوم وفنون کو تباہ کرنا، ہر خوبصورت چیز کو پامال کرنا۔

اس قوم کے کچھ لوگ جنوبی ہسپانیہ میں بس گئے، جس کی وجہ سے اس علاقے کا نام 'ونڈلوسیا' پڑ گیا۔ بعد میں جب اس لفظ کا سرکٹ گیا تو یہ 'انڈلوسیا' بن گیا، پھر یہ علاقہ تہذیب وتمدن کا گہوارہ بنا اور اس لفظ نے 'اندلس' کی نہایت ہی حسین صورت اختیار کرلی۔

جوبلی: کسی واقعہ کے پچاس سال مکمل ہونے پر بنائی جانے والی تقریب یہ دراصل یہودیوں کی عید ہے، یہ عید پچاس سال میں ایک مرتبہ منائی جاتی ہے اور اس موقعہ پر غلاموں کو آزاد کیا جاتا ہے، قرضے معاف کیے جاتے ہیں اور غصب شدہ چیزیں واپس کردی جاتی ہیں اور اس جشن کا اعلان مینڈھے کے سینگ میں پھونک کر کیا جاتا تھا۔

انگریزی میں اس کا املاء Jubilee ہے، اسی سے Jubilation کا لفظ مشتق ہوا ہے جس کے معنی جشن منانے کے ہیں۔

یہ عبرانی لفظ ہے اور اس زبان میں اس کی اصل 'یوبیل' ہے جس کے معنیٰ ہیں: مینڈھے کا سینگ۔ عربی میں اسے 'یوبیل' کہتے ہیں۔

مسلمانوں کو اس لفظ کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہیے۔

سبابہ: عربی میں انگشت شہادت کو کہتے ہیں۔

اس کے اصل معنیٰ ہیں:

گالی دینے والی انگلی، اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ انسان گالی دیتے وقت اسی انگلی سے اشارہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ "تم ایسے ہو، تمہارے ساتھ ایسا کروں گا۔" وغیرہ

یہ لفظ حدیثوں میں بھی آیا ہے، چنانچہ بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"میں اور یتیم کی دیکھ بھال کرنے والا جنت میں ایسے قریب ہوں گے اور آپ ﷺ نے سبابہ اور درمیانی انگلی سے اشارہ کیا۔"

بعد میں اس کا نام 'مسبحہ' پڑ گیا یعنی تسبیح والی انگلی اور اس کو یہ نام اس لیے دیا گیا کہ نماز میں تشہد کے دوران اس سے اشارہ کیا جاتا ہے۔

مسافت: یہ عربی لفظ 'ساف' سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں: سونگھنا اور 'مسافۃ' اسم مکان ہے، یعنی (سونگھنے کی جگہ)۔ بھلا اس لفظ میں فاصلہ اور دوری کے معنی کیسے پیدا ہو گئے۔ اس سوال کا جواب صحرا نشین عربوں کی طرزِ زندگی میں پوشیدہ ہے۔

لق ودق صحراء میں سفر کرنے والے مسافر یہ جاننے کے لیے کہ

آیا وہ صحیح راستے پر گامزن ہیں یا نہیں راستے کی مٹی اٹھا کر سونگھتے تھے اور اس کی بو سے صحیح راستے کا پتہ لگا لیتے۔

مشہور عربی شاعر رؤبۃ اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

إذا الدليل استاف أخلاق الطرق

یعنی جب رہبر راستے کے حالات معلوم کرنے کے لیے اس کی مٹی سونگھے۔

المصباح المنیر کے مصنف الفیومی کہتے ہیں:

"لفظ مسافۃ ساف سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ ہیں: سونگھنا، اس کی وجہ یہ ہے کہ بھٹکا ہوا رہبر راستے کی مٹی لے کر سونگھتا ہے، اگر اس کو (اونٹوں کے) پیشاب اور (ان کی) مینگنیوں کی بو آئے تو اس کو

اطمینان ہو جاتا ہے کہ قافلہ صحیح راہ پر گامزن ہے اور اگر مٹی میں پیشاب کی بو نہ ہو تو پھر اسے اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ قافلہ راہ بھٹک چکا ہے۔"

غبارِ راہ سے راستہ معلوم کرنے کا یہ طریقہ آج کل بھی مستعمل ہے۔ میرے ایک دوست نے بتایا کہ ایک دفعہ وہ اپنے نابینا دوست کے ساتھ ٹیکسی سے جا رہے تھے، راستے میں ٹیکسی خراب ہو گئی اور ان کو پیدل چلنا پڑا، میرے دوست اس جگہ سے ناواقف تھے نابینا نے کہا:

کوئی فکر کی بات نہیں، میرے دوست اس جگہ سے ناواقف تھے، نابینا نے کہا:

کوئی فکر کی بات نہیں، میں ابھی معلوم کرتا ہوں، انہوں نے زمین کی مٹی اٹھا کر سونگھی اور کہنے لگے: مجھے پتہ چل گیا کہ ہم کہاں ہیں اور ان کی راہنمائی میں وہ منزل مقصود تک پہنچ گئے۔ صحرا نوردوں نے کتنا فاصلہ طے کر لیا ہے اور منزل مقصود تک کتنا فاصلہ باقی ہے؟ بھٹکے ہوئے مسافر راہ راست سے کتنے دور اور ہلاکت سے کتنے قریب ہیں؟ چونکہ ان باتوں کا علم راستے کی مٹی سے سونگھنے سے حاصل ہوتا ہے اس لیے لفظ 'مسافت' سے 'بو' نکل گئی اور اس کی جگہ 'فاصلہ' نے لے لی۔

ہنی مون: Honymoon کے Moon سے عام طور پر مہینہ مراد لیا جاتا ہے، یعنی شہد جیسی حلاوت کا مہینہ۔ مگر انگریزی زبان کے محققین بتاتے ہیں کہ یہاں Moon سے مراد مہینہ نہیں بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ شادی کی ابتدا میں دولہا دلہن کی محبت عروج پر ہوتی ہے، لیکن مرورِ زمانہ سے اس میں چاند کی طرح گھٹاؤ پیدا ہونے لگتا ہے۔ 1656ء کی ایک عبارت میں اس کی طرف واضح اشارہ ہے:

Honeymoon applyed to those marryed persons that love well at first, and decline in affection afterwards; it is honey now, but it will change as the moon.

یعنی ہنی مون کا اطلاق ان شادی شدہ اشخاص پر ہوتا ہے جو ابتدا میں ایک دوسرے کو بہت چاہتے ہیں لیکن بعد میں ان کی محبت گھٹنے لگتی ہے، ابھی تو شہد کی حلاوت ہے لیکن یہ حلاوت چاند کی طرح گھٹ جائے گی۔

یہ عجوبہ روزگار شخصیت 9/اکتوبر 2023ء کو اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئی۔ رہے نصیب کہ بقیع (مدینہ منورہ) میں دفن ہونے کی سعادت پائی۔

اللّٰهُمَّ اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه وأدخله في جنتك الفردوس

☆☆☆

آخر عمر میں نیک اعمال کی کثرت کا جذبہ

قيل لنافع مولى ابن عمر : ماذا كان يصنع ابن عمر في بيته؟ قال: لا تطيقونه، الوضوء لكل صلاة والمصحف في ما بينهما

"سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام نافع سے پوچھا گیا: ابن عمر (رضی اللہ عنہما) گھر میں کیا کرتے تھے؟ کہا: تم اس کی ہمت نہیں رکھتے؛ ہر نماز کے لیے وضو کا اہتمام اور ان کے درمیان مصحف کی تلاوت۔"

(سیر أعلام النبلاء: 215/3)

☆☆☆

رجب کے کونڈوں کی حقیقت

22 رجب کو امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا دن منانے کے حوالے سے کونڈے کیے جاتے ہیں۔ حالانکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ

امام جعفر صادق نہ تو اس دن پیدا ہوئے اور نہ ہی وفات پائی جبکہ 22 رجب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا دن ہے۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول، کاتبِ وحی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی تھے۔ آپ کا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے قصاص کا مسئلہ رہا جس کی وجہ سے ایک طبقہ آپ کا شدید مخالف تھا۔

یہی وجہ تھی کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے دن یعنی 22 رجب کو یہ طبقہ خوشیاں مناتا تھا اور اس خاطر کہ اس کا اظہار نہ ہو گھروں کے اندر بند ہو کر حلوے مانڈے پکاتے اور کھاتے تھے جو انتہائی گھناؤنا جرم اور بدترین حرکت تھی۔ کسی صحابی کے غم پر خوشیاں منانا کتنا بڑا جرم ہے اس کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"جس نے میرے صحابہ پر سب وشتم کیا، (انہیں جرح وتنقید اور برائی کا ہدف بنایا) تو اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔" (المعجم الكبير للطبرانی: 142/12)

کونڈوں کی یہ رسم بعد میں عام مسلمانوں میں کس طرح پھیلی:

1906ء میں ریاست رام پور میں امیر مینائی لکھنوی کے فرزند خورشید احمد مینائی نے ایک عجیب وغریب لکڑہارے کی کہانی چھپوا کر رام پور کے مسلمانوں میں تقسیم کروا دی اس کہانی کی کوئی سند نہیں ہے اور نہ ہی کسی مستند کتاب میں موجود ہے۔ اس جھوٹی داستان کا نام "داستانِ عجیب" اور "نیاز نامہ" رکھا گیا۔ اس کہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ 22 رجب کو اگر کوئی شخص امام جعفر کے نام کی کونڈوں کی نیاز کرے گا تو اس کی ہر حاجت پوری ہو گی، اگر ایسا نہ ہو تو قیامت کے دن وہ میرا (امام جعفر) کا دامن پکڑ سکتا ہے۔ معاذ اللہ کوئی مسلمان ایسی بات نہیں کر سکتا یہ امام جعفر پر بہتان ہے کہ وہ شرک اور کفر کی تلقین کریں۔

☆☆☆



44۔ ابو العباس احمد بن محمد بن ابی بکر عرف ابن خلکان(متوفی 681ھ) نے کہا:

"وکان محمد المذکور ثبتاً فی الحدیث عند أکثر العلماء و أما فی المغازی و السیر فلا تجهل أمامته فیها."

(محمد (بن اسحاق) مذکور اکثر علماء کے نزدیک حدیث میں ثقہ تھے مغازی اور سیر میں تو ان کی امامت کے بارے میں نا سمجھی اختیار نہیں کی جا سکتی)۔(وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان:4/276)

45:کمال الدین ابن ہمام حنفی نے کہا:

"و ابن اسحاق ثقة علی ما هو الحق."

(اور حق یہ ہے کہ ابن اسحاق ثقہ ہیں)۔(فتح القدیر شرح ہدایہ:1/358دوسرا نسخہ:1/411)

اور ابن الجوزی کا رد کرتے ہوئے کہا:

"أما ابن اسحاق فثقة ثقة لا شبه عندنا فی ذلك و لا عند محققی المحد ثین."

(ابن اسحاق ثقہ ہیں، اس میں ہمارے اور محقق محد ثین کے نزدیک کوئی شبہ نہیں ہے۔(فتح القدیر:1/370،دوسرا نسخہ:1/424، تیسرا نسخہ:1/301)

46:عبد الوہاب بن علی بن عبد الکافی السبکی نے ابن اسحاق کے بارے میں کہا:

"والعمل علی توثیقه و انه امام معتمد والاعتبار بخلاف ذلك."

"اور اس کی توثیق پر عمل ہے، وہ قابل اعتماد امام ہیں اور اس کے خلاف کسی بات کا اعتبار نہیں۔"(طبقات الشافعیہ الکبری:1/40؛دوسرا نسخہ:1/65)

47:حافظ ابن عبد البر اندلسی نے محمد بن اسحاق پر جروح نقل کر کے فرمایا:

"و أما الصدق و الحفظ فکان صدوقاً حافظاً اثنی علیه ابن شهاب ...."

"رہا سچ اور حافظہ تو وہ سچے تھے، ابن شہاب (زہری) نے ان کی تعریف کی۔"(جامع بیان العلم وفضلہ:2/156؛ دوسرا نسخہ:2/192؛ تیسرا نسخہ:2/302 ح 1124۔ باب حکم فی قول العلماء بعضھم فی بعض)

48۔ عبد الرحمن بن عبد اللہ بن احمد بن احمد بن اصبغ السہیلی الاندلسی المالکی(ف 581ھ) نے کہا:

"و محمد بن اسحاق هذا رحمه الله، ثبت فی الحد یث عند اکثر العلماء."

(اور یہ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ اکثر علماء کے نزدیک حدیث میں ثبت یعنی ثقہ ہیں۔(الروض الانف فی تفسیر السیرۃ النبویہ لابن ہشام:1/19۔ دوسرا نسخہ ج1ص4)

49:احمد شہاب الدین خفاجی(ف1069ھ) نے کہا:

"وحدیثه حسن و فو ق الحسن ..."

"اوران کی حدیث حسن ہے اور حسن سے اوپر ہے۔"

(نسیم الریاض فی شرح الشفالقاضی عیاض:1/152)

50۔ حافظ ابن الملقن نے کہا:

"و ابن إسحاق هذا....وله غرائب فی سعة ما (روی) وهو صدوق وحدیثه فوق الحسن وقد صححه جماعة ."

"اور یہ ابن اسحاق۔۔ ان کی وسیع روایتوں میں غرا ئب (بھی) ہیں اور وہ صدوق ہیں، ان کی حدیث حسن سے اوپر ہوتی ہے اور ایک جماعت نے اسے (ان کی حدیث کو) صحیح کہا۔"(البدر المنیر:3/298)

51۔ ابن ناصر الدین الدمشقی(ف842ھ) نے کہا:

"کا ن بحراًمن بحور العلم صدو قاً مختلفاً جرحاً وتوثیقاً ."

"وہ علم کے سمندروں میں سے ایک سمندر، صدوق (سچے) تھے ان کے بارے میں جرح و توثیق کے لحاظ سے اختلاف ہے۔"(شذرات الذہب:1/230)

52۔ عبد اللہ بن اسعد الیافعی نے کہا:

"و کا ن بحراً من بحور العلم ذکیاً حا فظاً طلابة للعلم اخباریاً نسابة ثبتاً فی الحدیث عنداکثر العلماء ..."

"وہ علم کے سمندروں میں سے ایک سمندر، ذکی (ذہین و عقل مند) حافظ، طالبِ علم، مورخ، ماہر انساب (اور) اکثر علماء کے نزدیک حدیث میں ثقہ تھے۔"(مرآۃ الجنان:1/144۔ وفیات 151ھ۔ دوسرا نسخہ جلد1ص313)

53۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی (ف 807ھ) نے کہا:

" رواه الطبرانی فی الاوسط و فیه ابن اسحاق و هو ثقة مدلس وقد صرح بالتحدیث اسناده حسن ."

"اسے طبرانی نے الاوسط میں روایت کیا اور اس میں ابن اسحاق ثقہ مدلس ہیں انہوں نے سماع کی تصریح کر دی اور اس کی سند حسن ہے۔"(مجمع الزوائد:1/221باب فی السواک)

54:عبد الحی بن العماد الحنبلی نے بطور موافقت ذہبی سے نقل کرتے ہوئے کہا:

" وکان بحراً من بحور العلم ذکیا حافظاً

طلابة للعلم اخبارياً نسابة علامة."

"وہ علم کے سمندروں میں سے ایک سمندر تھے، ذکی، حافظ، طالب علم، مورخ، ماہر انساب (اور) علامہ تھے۔" (شذرات الذہب: 1/230)

55۔ ابو محمد حسین بن عبد الرحمن بن محمد بن علی بن ابی بکر بن علی الاھدل الشافعی الاشعری نے محمد بن اسحاق کے بارے میں کہا:

" لاتجهل أمانته ووثقه الأكثرون فى الحديث..."

"اس کے امین ہونے سے نا سمجھی اختیار نہ کرو اور اکثریت نے اسے حدیث میں ثقہ قرار دیا ہے۔" (شذرات الذہب: 1/230)

ان کے علاوہ اور علماء نے بھی محمد بن اسحاق کی تعریف وتوثیق کرر کھی ہے مثلاً:

ابن سید الناس نے اپنی مشہور کتاب، عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر، میں ابن اسحاق پر جروح کا ذکر کرنے کے بعد ان کے دفاع پر باب باندھا:

"ذكر الاجوبة عمارمی فيه."

اور جروح کے جوابات دیئے۔ (دیکھئے عیون الاثر: 1/13)

صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی نے انہیں، احدا لاعلام وصاحب المغازی، کہا۔ (الوافی بالوفیات۔ جلد 2 ص133، ت552)

اب مذکورہ موثقین کے نام ترتیب ہجائی ساتھ درج ہیں:

ابن الجارود، ابن خلکان، ابن العماد، ابن القطان الفاسی، ابن القیم، ابن المبارک، ابن المدینی، ابن الملقن، ابن تیمیہ، ابن جریر طبری، ابن حبان، ابن حزم، ابن خزیمہ، ابن سعد، ابن شاہین، ابن شہاب الزہری، ابن عبد البر، ابن عدی، ابن کثیر، ابن معین، ابن ناصر الدین، ابن نمیر، ابن ہمام، ابوزرعہ الدمشقی، ابوزرعہ الرازی، ابوعوانہ، احمد بن حنبل، بخاری، بغوی، بیہقی، ترمذی، حاکم، حسین بن عبد الرحمن الاھدل، خطابی، خطیب بغدادی، خفاجی، خلیلی، دارقطنی، دغولی، ذہبی، زیلعی، سبکی، سفیان بن عیینہ، سہیلی، شعبہ، ضیاء المقدسی، عجلی، عراقی، عینی، قرطبی، مسلم، منذری، نووی، ہیثمی، یافعی۔ رحمہم اللہ

نیز جناب ارشاد الحق اثری نے ابن علان، سخاوی سیوطی ابن حجت مکی المبتدع، شوکانی، نواب صدیق حسن خان، ملا علی قاری حنفی، عبد الحی لکھنوی، اور نیموی وغیر ھم سے ابن اسحاق کی توثیق وتعریف نقل فرمائی ہے۔ (توضیح الاحکام: 1/281۔293)

دیوبندیوں کی کتاب، تبلیغی نصاب، میں جناب محمد زکریا کاندھلوی نے محمد بن اسحاق کے بارے میں بذریعہ ہیثمی لکھا ہے:

"محمد بن اسحاق و هو مدلس وهو ثقة

"محمد بن اسحاق اور وہ مدلس ہیں اور وہ ثقہ ہیں۔" (تبلیغی نصاب: ص 595؛ فضائل ذکر: ص 117؛ فضائل اعمال: ص487)

جناب محمد تقی عثمانی دیوبندی نے کہا:

جہاں تک محمد بن اسحاق کے ضعف کا تعلق ہے ان کے بارے میں حافظ ذہبی کا یہ قول فیصل گذر چکا ہے کہ وہ رواۃِ حِسان میں سے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب نے بھی اسی قول کو معتدل ترین قرار دیا ہے چنانچہ خود حنفیہ بھی بہت سے مقامات پر ان کی روایتوں سے استدلال کرتے ہیں۔ (درس ترمذی: 1/274)، (نیز دیکھئے تکملہ فتح الملہم: 2/389، فقرہ نمبر 3)

جناب احمد رضا خان بریلوی نے کہا:

ہمارے علمائے کرام قدست اسرار ھم کے نزدیک بھی راجح محمد بن اسحاق کی توثیق ہی ہے۔۔ (فتاوی رضویہ جدید اڈیشن: 5/ 592؛ منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین: ص145)

ص 43: مستدرک الحاکم میں محمد بن اسحاق بن یسار کی ایک روایت ہے جس میں آیا ہے:

البتہ ضرور حضرت عیسی بن مریم نازل ہوں گے منصف اور امام عادل ہو کر اور البتہ وہ ضرور فج (جگہ کا نام ہے) کے راست پر حج یا عمرہ کے لئے جائیں گے اور بلا شبہ وہ میری قبر پر آئیں گے حتی کہ وہ مجھے سلام کہیں گے اور بلا شک میں ان کے سلام کا جواب دونگا۔ (المستدرک: 2/595، ح4162؛ سرفراز صفدر کی کتاب، تسکین الصدور طبع چہارم: ص 340 نقلاً عن المستدرک: 2/595 والدر المنثور: 2/245۔ وقال سرفراز خان۔ قال الحاکم والذہبی صحیح)

عقیدے کے مسئلہ پر اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد سرفراز خان صفدر نے کہا:

اس صحیح روایت سے بھی معلوم ہوا کہ عند القبر آنحضرت ﷺ کا صلوۃ وسلام کا سماع متحقق ہے اور آپ کا جواب دینا بھی ثابت ہے اور اس کا انکار صحیح حدیث کا انکار ہے۔ (تسکین الصدور۔ ص340)

اسے کہتے ہیں دوغلی پالیسی!!! ایک ہی راوی کی حدیث جب مرضی کے مطابق ہو تو، صحیح روایت، اور، اس کا انکار صحیح حدیث کا انکار ہے، اور اگر مرضی کے خلاف ہو تو بچانوے فی صدی گروہ سے اس پر جرح اور، اس لحاظ سے ان کی روایت کا وجود اور عدم وجود بالکل برابر ہے۔، سبحان اللہ! یہ ہیں دیوبند کی خیانتیں دھوکے فراڈ اور دوغلی پالیسیاں جن کی بنیاد پر وہ دن رات اہل حدیث کی مخالفت کر رہے ہیں۔ (یاد رہے کہ مستدرک والی روایت ابن اسحاق کی تدلیس (عن) کی وجہ سے ضعیف ہے)۔

☆☆☆

